تعلیم الایمان

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. (الزمر:٦٧)
اوران لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

صفاتِ الٰہی

الظاہر، الباطن، القہّار

میں غور وفکر کا نایاب طریقہ

مؤلف
عبداللہ صدیقی
(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی
مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری
مفتی محمد شعیب مظاہری

ناشر
عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ صفاتِ الٰہی الظاھر والباطن والقھار میں غور وفکر کا نایاب طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری 9849085328
(مفسر قرآن ومصنف: ''آسان ترجمہ وتفسیر قرآن'')

مفتی محمد شعیب مظاہری 9640213661
(خطیب مسجد وزیر النساء، احمد نگر)

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۲ء مطابق ۱۴۴۳ھ

تعداد اشاعت:۔ 300

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔9997177817

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے ''ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کرسکتے ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کو ان کی خواہش پر ایک نسخہ تحفۃً دیا جائے گا۔

صفاتِ الٰہی اَلظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ میں غور وفکر

صفات کے لحاظ سے ظاہر، ذات کے لحاظ سے پوشیدہ

وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمَاوَاتِ وَفِی الْأَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھرَکُمْ. (الانعام:۳)

وہی ایک خدا آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے۔

ھُوَ الْأَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o (الحدید:۳)

وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور چھپا ہوا بھی، اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی ادراک (دریافت) نہیں کرسکتا، کسی کی عقل وفہم میں وہ صلاحیت ہی نہیں آسکتی، اللہ تعالیٰ اپنی صفت الظاھر کے اعتبار سے سب پر غالب اور بلند ہے، اور الباطن کے اعتبار سے سب سے بظاہر پوشیدہ ہے، دنیا کی کوئی آنکھ اس کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی، ویسے وہ باطن ہونے کے باوجود انسانوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، **وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِo** (ق:۱۶) مگر وہ کیسے قریب ہے سمجھا نہیں سکتے۔

اس نے اپنی ذات کو بغیر دیکھے پہچاننے کی شرط رکھی

وہ الشھید ہے، ہر چیز اس کے سامنے موجود ہے، وہ الظاھر ہونے کے باوجود امتحان کی خاطر کسی کو نظر نہیں آتا، اس لئے کہ اس نے **یؤمنون بالغیب** کے ذریعہ اپنی ذات کو بغیر دیکھے ایمان لانے کی شرط رکھی ہے، وہ ہر ذرّہ پر غالب (سبقت رکھنے والا) ہے۔

انسان آنکھیں رکھ کر بھی بہت ساری چیزیں نہیں دیکھ سکتا

ویسے انسان کی آنکھیں سورج کی بہت تیز روشنی یا بہت زیادہ اندھیرا، یا بعض بکٹیریا، ہوا، روح، عقل، بجلی، بخار جیسی اللہ ہی کی مخلوقات کو دیکھنے میں مجبور ومحتاج ہیں تو وہ کائنات کے مالک کو دنیا کی ان آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتے؟

انسان دنیا میں گناہوں میں مبتلا ہوتا رہتا ہے

اس کے علاوہ انسان چونکہ دنیا کی زندگی میں نفسانی خواہشات میں مبتلا ہوکر دل،

دماغ، آنکھ، کان، شرمگاہ اور زبان سے غیبت اور زنا کرتا ہے، زبان سے اللہ کی مخالفت اور مخلوقات کی بڑائی بیان کرتا ہے، شرک اور کفر و منافقت اور فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے، حرام کھاتا ہے، بلا طہارت، بلا غسل، حالتِ جنابت میں ناپاک رہتا ہے، جسم کو پیشاب لگائے پھرتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، اللہ کا ذکر نہیں کرتا، یہ ساری گندگیوں کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے، پھر اس کے جسم میں آنکھ، کان اور ناک میں میل اور گندگی، پیٹ میں بول و براز کی غلاظت بھری ہوتی ہے، غسل جنابت بھی نہیں کرتا، دنیا میں اس گندی حالت میں ہوتے ہوئے کہاں سے بے عیب اور پاک ذات کو دیکھ سکے گا؟

اس کی آنکھوں میں اللہ نے دنیا میں اپنی ذات کے دیدار کی صلاحیت ہی نہیں رکھی، ویسے پیغمبر معصوم ہوتے ہیں، گناہوں سے پاک رہتے ہیں، دل و دماغ ان کا پاک رہتا ہے، مگر اللہ نے دنیا میں تمام انسانوں کے لئے اپنی ذات کو بغیر دیکھے ایمان لانے کی شرط رکھی ہے، حضرت موسیٰ بھی کوہِ طور پر اللہ کا دیدار نہ کرسکے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے، صحابہؓ میں اختلاف ہے۔

اللہ کے دیدار کے لئے انسان کا پاک ہونا ضروری ہے!

انسان جب آخرت میں پہنچے گا تو جو ایمان والے سچی توبہ نہ کر کے گناہوں میں مبتلا رہ کر دنیا سے جاتے ہیں تو ان کی اللہ تعالیٰ جہنم میں دھلائی کر کے پاک کرے گا، اور تمام ایمان والے جسم و روح اور اعضاء کے گناہوں سے جب پاک ہوجائیں گے یا معافی ملے گی اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں کو ایسا نور عطا فرمائے گا جس سے وہ اپنے مالک حقیقی کی ذات کا دیدار کرسکیں گے، جنت میں بول و براز، منہ میں بلغم، ناک میں ریزش، کانوں میں میل نہ ہوگا، عورتوں کو حیض نہیں آئے گا، گناہوں سے محفوظ رہیں گے، پیٹ کی گندگی اور بدبو نہیں ہوگی، غیبت، جھوٹ، زنا، چوری، وغیرہ جیسے بداعمالیاں نہ ہوں گی، دل نورانی ہوگا، ایک دوسرے سے شکایت نہ رہے گی، جنت کا ماحول اور حالات پاک ہی پاک رہیں گے، جنتی صبح شام اللہ کی تعریف سنے گا اور بولے گا، ہر طرف اللہ کی حمد سنائی

دے گی، جنتی جنت میں اللہ تعالیٰ ہی سے سورۂ رحمٰن سنے گا۔

غیر ایمان والے اللہ کے دیدار سے محروم رہیں گے

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسانوں اور جنوں کو ذات کے بجائے صفات کے ذریعہ پہچاننے اور دیکھنے اور ایمان لانے کی صلاحیت والا علم نازل کیا، جو لوگ دنیا میں اس کو صفات کے ذریعہ بھی نہیں پہچانیں گے وہ آخرت میں اندھے رہیں گے، اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں سر کی آنکھوں سے پہچاننے سے انکار کیا، ایمان سے محروم رہ کر گناہوں، شرک، کفر اور منافقت میں مبتلا رہے، ان کے دل اور چہرے سیاہ ہوں گے، وہ گناہوں سے پاک نہ رہنے کی وجہ سے دیدارِ الٰہی سے محروم کردئے جائیں گے، مجرم بنے رہیں گے۔

کائنات کی ہر چیز میں اس کی صفات موجود ہیں

اللہ تعالیٰ دنیا میں انسانوں کو دیکھنے کے لئے صفت الظاھر کے ذریعہ صفات کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے نشانیاں اور علامات رکھی ہیں جس سے انسان آسانی سے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے، اس کی صفات کائنات کی مخلوقات اور ان کے کاموں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

دنیا کی چیزوں کا ظاہر و باطن الگ الگ رکھا گیا

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں بنائی ہیں یا جتنے اعمال مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں ان کا ایک ظاہر دوسرا باطن رکھا، اور انسانی امتحان کے لئے جتنے اعمال اور چیزیں رکھی ہیں ان کا بھی ایک ظاہر اور دوسرا باطن رکھا، انسان اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات کو نہ سمجھنے سے شیطان کے بہکاوے میں آکر گمراہی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور ظاہری چیزوں کے اثرات اور حالات سے متاثر ہوکر شرک، کفر، منافقت، فسق و فجور اور غلط فہمی میں پھنس جاتا ہے اور اللہ سے بغاوت کرتا ہے اور اللہ کا ناشکرا بندہ بنا رہتا ہے۔ مثلاً

پرندوں کے انڈوں کا ظاہر اور باطن الگ الگ ہے

انڈوں پر غور کیجئے، ظاہری اعتبار سے مادّی شئے ہے اور ظاہر میں نازک کور جو چھلکا ہوتا ہے پھر باریک پتلی جھلّی اور لطیف سفیدی اور زردی نظر آتی ، مگر ان کی باطنی کیفیت یہ ہے کہ ان

سے بچے بنتے ہیں اور جانداروں کی غذا بن کر ان کو طاقت ملتی ہے، بھوک مٹتی ہے، فضلہ بنتا ہے۔

غذاؤں کا ظاہر اور باطن الگ الگ ہے

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لئے دنیا کی ظاہری غذا، غلہ، ترکاریاں اور پھل پھلاری بنایا ہے، ان کی بظاہر شکلیں مختلف رکھیں، کسی کو سخت کوَر میں رکھا، جیسے اخروٹ، کویٹ، کیوی، ناریل، کسی کو اوپر مضبوط کوَردے کر مغز نرم کردیا، جیسے آم، کسی کو مکمل سخت رکھا، جیسے گیہوں، چاول، جَو، جوار، ان میں خوشبو، میٹھاس یا کھٹاس والا مزہ رکھا، مگر ان کی باطنی شکل الگ کردی، جب یہ جانداروں کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں تو اعضاء کو پروٹین ملتے ہیں، کہیں بال بنتے ہیں، کہیں ہڈی، کہیں خون، ان سے بھوک مٹتی اور طاقت پیدا ہوتی ہے اور بول و براز بھی بنتا ہے، اگر یہ چیزیں انسان دنیا کے ظاہری اعتبار سے نفسانی خواہشات کے تحت اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر حرام طریقوں سے حاصل کرے تو باطن کے اعتبار سے یہ چیزیں آخرت میں جہنم کی آگ بن کر جلائے گی۔

حرام چیزوں کا ظاہر و باطن الگ الگ ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ امتحان کی خاطر سود، رشوت، شراب، زنا، جوا، ناحق قتل، چوری، جھوٹ، دھوکہ دہی، بے ایمانی، ناچ گانا، بجانا کو دنیا کی ظاہری زندگی میں حرام کیا ہے، اور انسان دنیا میں شیطان کے بہکاوے میں آکر مزے، لذت اور عیش و آرام، دولت، خدمت گذار، بنگلہ، کوٹھی، موٹر اور دیگر سامانِ عیش اور دنیا کی عزت کی خاطر یہ سب اعمال میں مبتلا ہوجائے تو بظاہر وہ مرنے تک عیش کرے گا، مگر مرنے کے بعد آخرت میں یعنی باطن میں ان تمام چیزوں کے گناہوں کی جہنم کی آگ میں بدلہ پائے گا اور یہ تمام چیزیں جہنم کی آگ بن کر شرابی اور زانی کو جہنمیوں سے نکلنے والے بدبودار خون اور پیپ پینا پڑے گا، سود خوروں کا مال آگ بن کر پیٹ کی آنتیں جلا ڈالے گا، ان اعمال کے بدلے کانٹے دار درخت کے کڑوے پھل تانبے کی طرح گرم، اور کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نیک اور بد اعمال کی شکلوں کے ظاہر و باطن بھی

الگ الگ رکھے، اگر کوئی حلال روزی کمانے کے لئے رشوت، جھوٹ، دھوکہ دہی سے دور رہ کر بظاہر وہ غربت تنگدستی اور مفلسی میں زندگی گذارتا ہے، مگر ان کا باطن الگ ہے۔

دنیا میں ایمان والوں کو غیر ایمان والے ظاہری تکالیف دیتے ہیں

اگر کوئی ایمان قبول کرتا ہے تو غیر مسلموں سے بظاہر دنیا میں نفرت، بغض وعداوت، فسادات اور قتل وغارت گری، بے رحمی، لوٹ مار، نقصانات سے دوچار ہوتا ہے، اور اس کی دنیا کی زندگی بظاہر تنگ کردی جاتی ہے، اس کو وطن سے بے وطن کردیا جاتا ہے، روزگار سے محروم کردیا جاتا ہے، دین پر چلنا اس کے لئے آگ ہتھیلی میں لینے کے برابر ہوجاتا ہے، خاندان قبیلے والے بائیکاٹ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کا امتحان اور گناہوں کو دنیا میں ہی معاف کرنے کے لئے بیماری، پریشانیوں، ناکامی ونقصان، مفلسی و تنگدستی وغیرہ سے آزماتے ہیں، بظاہر ان کی دنیا میں ظاہری حالت بہت خراب ہوتی ہے۔

غیر ایمان والوں کے لئے دنیا ظاہری طور پر جنت ہوتی ہے

کفار ومشرکین کو دنیا میں حکومت، دولت، ظاہری شان وشوکت اور عیش وآرام دے کر ظاہری طور پر ان کی دنیا کو چمکدار بنادیا جاتا ہے اور وہ شیطان کے چیلے بن کر اسلام کے خلاف اسلام کو مٹانے کے لئے اپنی دولت اور طاقت خرچ کرتے ہیں۔

ایمان والوں اور غیر ایمان والوں کی باطنی یعنی آخرت کی زندگی الگ ہے

مگر دنیا کی اس زندگی کے تمام حالات بظاہر نیک اور ایمان والوں کے لئے تکلیف دہ اور مصیبت کے رہیں گے لیکن باطن یعنی آخرت میں وہ جنت میں عیش کریں گے اور عزت دار، پُرسکون ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی گذاریں گے، اور جو لوگ اللہ کے باغی، نافرمان، ایمان سے دور، شرک، کفر، منافقت میں مبتلا رہیں گے، ان کی دنیا تو چمکدار رہے گی لیکن ان کی آخرت یعنی باطن کی زندگی جہنم کی آگ میں عذاب والی ہوگی۔

انسان دنیا کے ظاہری حالات میں اللہ کی حکمتوں کو نہیں سمجھ سکتا

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ظاہر اور باطن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ

السلام کے قصہ میں انسانوں کو سمجھانے کے لئے رہبری فرمائی، حضرت خضرؑ نے کشتی کو بظاہر اس کا تختہ توڑ کر عیب دار بنا دیا، پھر اس کا باطن یہ بیان کیا کہ ایک ظالم بادشاہ لوگوں کی اچھی کشتیاں چھین لیتا ہے، اس سے کشتی کو بچانے کے لئے عیب دار کیا، اس لئے کہ یہ غریب لوگوں کی کشتی ہے جس سے وہ محنت مزدوری کر کے اپنا روزگار کماتے ہیں۔

گرتی ہوئی دیوار کی مرمت کر کے فرمایا کہ اگر ظاہر میں یہ دیوار گر جاتی تو باطن میں اس دیوار کے نیچے جو خزانہ چھپا ہوا ہے جوان یتیم بچوں کا ہے جو ابھی جوان نہیں ہوئے اگر دیوار گر جاتی تو ان کا مستقبل خراب ہو جاتا، رشتہ دار اور دوسرے لوگ خزانہ ان سے چھین لیتے۔

بظاہر ایک لڑکے کو قتل کر دیا جو باطن میں جوان ہو کر اپنے والدین کا ظالم بیٹا بننے والا تھا۔

☆ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ان کو ان کے بھائیوں نے بظاہر کنویں میں ڈال کر تکلیف دی اور قتل کرنا چاہا، مگر ان کا باطن مصر کا بادشاہ بننا تھا۔

☆ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو سردار کے بیٹے تھے، ان کو بظاہر ڈاکو چُرا کر لے گئے اور بظاہر ان کے ماں باپ پریشان ہو گئے اور وہ ظاہری اعتبار سے غلام بنا لئے گئے، لیکن ان کا باطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولا بیٹا اور صحابی رسول بننا تھا۔

اس لئے دنیا کے ظاہری حالات الگ اور ان کے باطنی نتائج الگ الگ ہیں، انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کر کے اپنے باطن یعنی آخرت کو سدھارنے کی فکر کرے، ظاہری حالات اور اعمال کی کامیابی و ناکامی سے متاثر نہ ہوں۔

کفر و شرک کے ظاہری و باطنی حالات الگ الگ ہیں

اگر انسان باپ دادا کی اندھی تقلید میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اسباب سے نفع و نقصان دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور مخلوقات کو نفع و نقصان دینے والا مانے، ان سے دعائیں مانگے، ان سے مدد طلب کرے، ان کو مشکل کشا، حاجت روا اور بیماریوں اور مصائب کو دور کرنے، موت و حیات دینے، کامیابی و ناکامی دینے، عزت و ذلت دینے والا سمجھے، ان کو اولاد دینے اور ضرورتیں پوری کرنے والا سمجھے؛ تو یہ ظاہر میں

شیطان کی ترغیبات کا دھوکہ، فریب اور جھوٹ ہے۔

ان کا ظاہر یہ ہے کہ تمام معبود بے جان اور انسانوں کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے یا اپنی کوئی ذاتی قوت اور طاقت نہیں رکھتے، ان میں تغیرات، عیب، نقص اور زوال ہوتا ہے، نہ وہ خدا ہیں، نہ خدائی طاقت رکھتے ہیں، ان کی ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ ایک مکھی بنا سکتے ہیں، نہ ان پر بیٹھنے والی مکھی کو اُڑا سکتے ہیں، اور جو چڑھاوے ان کے سامنے رکھے جاتے ہیں ان میں سے مکھی اپنے پیروں میں کوئی دانہ لے جائے تو چھڑا بھی نہیں سکتے، وہ نہ کسی کی دعائیں سن سکتے ہیں نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں۔

بظاہر انسان جھنڈا، علم، تعزیہ اپنے ہاتھ سے بناتا ہے، سورج، چاند ہر روز بے نور ہو جاتے ہیں، زمین مردہ ہو جاتی ہے، یہ تمام چیزیں خود اپنی حفاظت اور بچاؤ نہیں کر سکتیں، یہ سب ان باطل معبودوں کا ظاہر ہے، ان کا باطن یہ ہے کہ یہ سب معبود اپنے اپنے ماننے والوں کے ساتھ آخرت میں یعنی باطن میں جہنم کی آگ میں رہیں گے، وہاں وہ کسی کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکیں گے، ظاہری اعتبار سے انسان شیطان کے بہکاوے میں آکر باپ دادا کی اندھی تقلید یا گمراہ پیشواؤں کے دھوکہ میں آکر ان کو ایک خدا کی جگہ باطل معبود بنا لیتا ہے، مگر وہ آخرت میں مجبور اور بے بس رہیں گے۔

بزرگوں کی شفاعت کا ظاہری عقیدہ انسان کو جہنم میں لے جائے گا

دنیا میں بعض انسان کا بظاہر یہ عقیدہ ہے کہ وہ بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں اور اللہ کے خاص پسندیدہ بندے ہیں، ان کے مقابلے دنیا کے دوسرے انسان جہنمی ہیں، جنت ان ہی کے لئے بنائی گئی ہے، اگر وہ جہنم میں گئے بھی تو ان کے بزرگ اللہ تعالیٰ سے ضد اور سفارش کر کے جہنم سے نکال لیں گے، یہ یہود کا عقیدہ ہے۔

بس ظاہر میں یہ عقیدہ رکھ کر گناہ پر گناہ کئے جاتے ہیں، اللہ کے احکام کو جان بوجھ کر توڑتے ہیں، یہ ان کی ظاہری حالت ہے، مگر مرنے کے بعد ان کی باطنی حالت یہ ہوگی کہ ان کے بزرگ خود ان کو گناہوں کے وبال اور شرک وکفر میں پھنسے رہنے پر ان سے

بیزارگی ظاہر کریں گے، آخرت کی باطنی حالت یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے کوئی بھی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا اور نہ وہاں کسی کا حسب نسب اور خاندان کام آئے گا۔

ہر انسان چاہے کسی پیغمبر کی اولاد ہی کیوں نہ ہو دنیا میں اللہ کی عبدیت و بندگی یعنی غلامی کے پابند اور ذمہ دار ہیں، باطن میں ان کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا، جو لوگ حالت ایمان میں گناہ کئے مگر سچی توبہ نہیں کی تو ان کا باطن یہ ہے کہ انہیں جہنم میں جل کر پاک ہونا پڑے گا، اگر کفر وشرک اور منافقت کرتے ہوئے مرے تو ان کا باطن ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم کی آگ اور تکلیف دہ عذاب ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے اس کے سامنے ہو اور تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر ایسا تصور نہیں کر سکے تو یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

دنیا میں ایک انسان جب کسی کا غلام یا نوکر ہوتا ہے تو وہ اپنے آقا کی موجودگی میں اس کی نافرمانی اور بغاوت نہیں کرتا اور نہ کام چور بنتا ہے، ایماندار و وفادار نوکر اپنے آقا کی غیر موجودگی میں اور اس کے نظر نہ آنے پر بھی آقا کے حکم کے خلاف کام نہیں کرتا، ذمہ داری سے حکم پورا کرتا ہے' یہ احسان ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کو احسان اختیار کرنے کی تاکید کر رہا ہے، تاکہ وہ اللہ کے نظر نہ آنے کے باوجود اللہ کے احکام کی پابندی نہ صرف نماز ہی میں' بلکہ زندگی کے تمام کاموں میں کرتے رہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اس سوال کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی کہ زندگی کے تمام کاموں میں ہر کام اللہ کے سامنے کرنے کا تصور رکھو کہ میں اللہ کے سامنے یہ عمل کر رہا ہوں، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، یہ تصور صرف نماز کی حد تک نہ ہو' انسان نماز میں تو کسی قدر اللہ کے سامنے ہونے کا تصور کرتا ہے، مگر نماز کے بعد زندگی کے تمام کاموں میں اللہ سے غافل بنا رہتا ہے، اسی غفلت کی وجہ سے وہ احسان سے خالی ہو کر اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کرتا ہے، ایک انسان دنیا کی عدالت میں جج کے سامنے ٹھہرتا ہے تو ہر طریقہ سے حاضر دماغی

کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اس کی بات اور حکم کو غور سے سنتا اور پورا کرتا ہے، وہاں جتنی دیر عدالت کے کمرے میں موجود رہتا ہے اپنا دھیان پوری طرح متوجہ رکھتا ہے، مگر اللہ کے سامنے ہونے کا تصور مسجد سے باہر نہیں رکھتا۔

ایمان اختیار کرنے کے بعد اسلام پر چلنے اور اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کے لئے احسان پر زندگی گذارنا ہوگا، اس لئے کہ اللہ کی صفتِ شہید (سب چیزیں اس کے سامنے موجود ہیں) کا تصور رکھنا ہوگا، وہ ہماری شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، انسان دنیا کی زندگی میں بادشاہ کے سامنے' آفیسر' جج' استاذ' باپ' شوہر' امیر کے سامنے کوئی نازیبا یا نافرمانی والی حرکت نہیں کرتا، دفتر یا کمپنی میں کیمرے لگے ہوں تو کام چوری نہیں کرتا' لیکن اللہ کے غیب' باطن میں رہنے کو احسان کے تحت سامنے رہنے کا تصور نہیں کرتا، اسلام کوئی خیالی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ زندہ خدا کے سامنے ہونے کا تصور دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شر میں سے خیر' اور خیر میں سے شر نکالتا ہے

صلح حدیبیہ میں جب معاہدہ طے ہوگیا تو صحابہ کرامؓ کا یہ تصور تھا کہ ہم حق پر ہوتے ہوئے دب کر صلح کر رہے ہیں، اور معاہدے میں سب سے بڑی زیادتی یہ کی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ جگہ اللھم باسمک لکھا، محمد رسول اللہ (ﷺ) لکھنے نہیں دیا، مکہ کا کوئی شخص اسلام قبول کرلے اور وہ مدینہ آجائے تو اُسے واپس کرنا ہوگا، اور مسلمان اس سال عمرہ نہیں کریں گے، سارے صحابہؓ کے لئے یہ شرائط انتہائی تکلیف دہ تھیں، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یکطرفہ طور پر ان کی اشتعال انگیز حرکتوں اور باتوں کو برداشت کرتے ہوئے قبول کیا، مگر صحابہ کرامؓ پر اس قدر اثر تھا کہ اللہ کے رسول معاہدے کے بعد قربانی کرنے اور احرام کھولنے اور حلق کروانے کا حکم دیا تو سب کے سب خاموش رہے، کچھ دیر کے لئے ان پر سکتہ طاری ہوگیا۔

یہ صلح حدیبیہ کا ظاہری پہلو تھا، اللہ تعالیٰ شر میں سے خیر نکالتا ہے، جب وہاں سے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اس معاہدے کے ذریعہ ''ہم نے تم کو کھلی

فتح عطا کی ۔'' اس معاہدے میں ظاہری اعتبار سے شکست نظر آ رہی تھی مگر باطن میں اس کے عظیم الشان فائدے ظاہر ہوئے، اس معاہدے کا باطن یہ تھا کہ دس سال تک مسلمان جنگ سے محفوظ اور پُر امن ہو کر پوری توجہ کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے لئے آزاد ہو گئے، اور ان کے رشتہ داروں نے اس معاہدے کی وجہ سے مکہ اور مدینہ آنا جانا شروع کیا، اور مشرک لوگ اپنے راشتہ داروں کی زندگیوں کی تبدیلیاں قریب سے دیکھنے لگے اور صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے دوران جتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اتنی تعداد اس سے پہلے داخل نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ باوجود ہر قسم کی قدرت رکھنے کے لئے ظاہر سے اپنی حکمت کے تحت جو کچھ کرتا ہے وہ انسان نہیں سمجھ سکتا ہے، صلح حدیبیہ کے باطنی اثرات اسلام اور مسلمانوں کے لئے کچھ دوسرے اور خیر والے نکلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ملا اور حضور ﷺ کو چھپ کر اپنی جان بچا کر مدینہ ہجرت کرنی پڑی، بظاہر حضور ﷺ ابھی اقتدار اور طاقت کے حساب سے کمزور تھے، اللہ نے ظاہری اعتبار سے مدینہ ہجرت کروا کر آپ کو باقاعدہ اور باطنی اعتبار سے قوت واقتدار عطا فرمایا، اور مشرکین مکہ کو مدینہ کے کسانوں سے شکست دلوایا، اس لئے انسان اللہ کے ظاہری اور باطنی فیصلوں کی حکمت کو نہیں سمجھ سکتا، وہ شر میں سے خیر نکالتا ہے۔

روح کو ہمارے اندر ہونے کے باوجود غائب رکھا گیا

اللہ تعالیٰ بہت ساری چیزیں اپنی حکمت سے ہمارے ساتھ رکھنے کے باوجود ظاہر نہیں کرتا، مثلاً اس نے ہمارے جسم کے اندر مرنے تک روح رکھی، جسم سے روح نکلتے وقت کسی کو نظر نہیں آتی، اگر نظر آتی تو مرنے والے کے رشتے دار روح کو لپٹ جاتے' موت کے فرشتے کے حوالے ہونے نہیں دیتے تھے، روح موجود ہوتے ہوئے باطن میں رہتی ہے، اسی طرح موت کے فرشتے جب کسی کی جان نکالنے آتے تو کسی کو نظر نہیں آتے، اگر نظر آتے تو گھر کے تمام افراد کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آج کسی کی موت واقع ہونے والی ہے، وہ چیخ و پکار کرتے، روتے شور مچاتے، اور فرشتوں کی منت سماجت کر کے ان کے ہاتھ پیر پکڑ لیتے،

روح نکالنے سے روکنے کی کوشش کرتے، موت کے فرشتے ہمارے گھروں میں موجود رہنے کے باوجود ظاہر میں نظر نہیں آتے، اللہ نے اپنی حکمت سے انہیں غیب میں رکھا۔

شیطان موجود ہونے کے باوجود نظر نہیں آتا

شیطان بھی انسانوں کو نظر نہیں آتا، حالانکہ وہ ہر انسان کے ساتھ موجود رہتا ہے، اگر وہ ظاہر ہو جاتا اور شیطان سمجھ میں آجاتا تو کوئی بھی اس کے بہکاوے میں نہیں آتا، اس کے غائب رہنے ہی سے انسان غفلت میں اس کے بہکاوے میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ انسانوں کی رگوں میں خون میں دوڑتا ہے۔

قبر کے حالات بھی غیب میں رکھے گئے

قبر کے حالات بھی انسان کو نظر نہیں آتے، مرنے کے بعد قبرستان جاتے وقت گنہگار انسان کی میت کا چیخنا چلانا کسی انسان کو سنائی نہیں دیتا، انسان کے علاوہ ہر مخلوق وہ آواز سنتی ہے، فرشتے اور شیطان انسان کو دیکھتے ہیں لیکن انسان ان کو نہیں دیکھ سکتا، یہ سب چیزیں ظاہر اور باطن کے لحاظ سے اللہ نے کسی کو ظاہر کیا اور کسی کو چھپا کر رکھا۔

اللہ تعالیٰ آخرت کو اور جنت و دوزخ کو انسانوں سے غیب میں رکھا، صرف ان کے کچھ ہلکے سے حالات اور ان کے تذکرہ کیا ہے، اگر وہ نظر آتے تو کوئی بھی نافرمانی نہیں کرتا اور نہ امتحان لیا جا سکتا تھا۔

اللہ نے دنیا کو امتحان و آزمائش کی جگہ بنایا ہے، اور اس نے انسانوں پر یہ لازم رکھا ہے کہ وہ بغیر اس کو دیکھے اس کی صفات اور کاموں سے پہچان کر ایمان لائیں، وہ بظاہر امتحان کی خاطر نظر نہیں آتا، اگر وہ دنیا میں سر کی آنکھوں سے نظر آتا تو پھر کوئی بھی انسان نہ اس کے ساتھ شرک کرتا اور نہ اس کا انکار کرتا، امتحان ہی نہیں لیا جا سکتا تھا۔

دنیا کی چیزوں کی طرح اللہ ظاہر و باطن میں الگ الگ نہیں ہے!

دنیا میں بعض چیزیں ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتیں لیکن ان کی صفات نظر آتی ہیں، مثلاً روح، بجلی، فرشتے، عقل و فہم، غور کیجئے کہ ہر روز فرشتے دنیا میں آکر ہزاروں انسانوں

کی روح نکالتے ہیں لیکن وہ ذات کے اعتبار سے آنے اور ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود ہمیں ظاہر میں نظر نہیں آتے، ہر انسان میں روح موجود ہوتی ہے لیکن وہ ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتی، البتہ اس کی صفات نظر آتی ہیں۔ (مثال رہبری کیلئے برابری کیلئے نہیں)

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ الظاھر اور الباطن ہے، اور اپنی ذات وصفات میں اکیلا ہے، اس کی صفات اس کی ذات سے جدا نہیں ہوتیں، اس نے خود مخلوقات کی تخلیق میں ذات کے ساتھ صفات کو لازم وملزوم رکھا، ایسا نہیں کہ انسان کی روح جسم سے بہت دور ہے اور وہ وہاں سے جسم کے اعضاء کو حرکت دے رہی ہے، اگر انسان روتا یا ہنستا ہے تو روح کی موجودگی میں اس کے ساتھ ہنستا اور روتا ہے، روح نکل جائے تو اعضاء کی حرکت ختم ہوجاتی ہے، نہ ہنستا ہے نہ روتا ہے، کسی چیز کی بھی صفات ذات سے الگ نہیں ہوتیں، ذات ہے تو صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح محدود وناقص صفات والا نہیں!

اللہ تعالیٰ مستوی علی العرش ہونے کے باوجود اس کا عرش پوری کائنات کو گھیرا ہوا ہے، اس کی کرسی آسمان وزمین کو گھیرے ہوئے ہے، (آیۃ الکرسی) کائنات اس کی کرسی کے نیچے چھلّے کی مانند ہے، اس کی صفات مخلوقات کی طرح محدود نہیں ہیں، وہ عرش سے فرش تک زمین کے اندر، باہر اور آسمانوں میں سب کو ایک ہی وقت میں یکساں دیکھتا ہے، سب کی ایک ہی وقت میں سنتا ہے اور سب کی ایک ہی وقت میں مدد کرتا ہے، اس کے لئے جگہ اور مکان کی قید نہیں، اگر جگہ اور مکان کا تصور کیا جائے تو وہ محدود ہوجائے گا، اس کا علم کائنات کی ہر چیز کو گھیرے ہوا ہے، ماضی، حال اور مستقبل سب اس کے لئے کھلا ہے۔

وہ **الظاھر و الباطن** ہونے کے ساتھ **الشھید** (ہر چیز اس کے سامنے ہے) بھی ہے، کوئی چیز اس سے غائب نہیں، سب اس کے سامنے موجود ہیں، اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اُونگھ، اسی وجہ سے وہ بڑا الطیف یعنی باریک بین ہے، مخلوقات کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو پیدا ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے، ہر مخلوق کی ابتدا سے انتہا تک کا

علم رکھتا ہے، اُس سے نہ کسی کا ظاہر چھپا ہوا ہے اور نہ باطن، انسانوں کے خفیہ منصوبہ سے وہ پوری طرح واقف رہتا ہے، اس کے پاس دوری اور نزدیکی، اندھیرے اور اجالے کا سوال ہی نہیں، دوری اور نزدیکی مخلوقات کے لئے ہیں۔

اس کو کسی کے پاس آنے جانے یا کسی انسانی مجبور ومحتاج بادشاہوں کی طرح معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں، وہ انسانوں کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، وہ کیسا ہے؟ یہ انسان کی سمجھ سے باہر ہے، اس کی قدرت کو سمجھنا انسان اور جن کے بس کی بات نہیں، اس کو آہستہ دل ہی دل میں پکارو سنتا ہے، وہ دو کے ساتھ تیسرا ہوتا ہے، اور تین کے ساتھ چوتھا ہوتا ہے، وہ سمندروں کی تاریک اور اندھیری رات میں کالے بادلوں کے اندھیروں میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی کے چلنے کے پیروں کی آواز تک سنتا اور دیکھتا ہے۔

وہ کائنات بنا کر تھک نہیں گیا، کسی کے حوالے نہیں کر دیا، وہ کائنات کی مخلوقات کی پرورش کرنے اور دیکھ بھال کرنے میں تھک نہیں جاتا، نہ آرام کرتا ہے، وہ الظاھر والباطن ہونے کے ناطے فرشتوں سے سارے کام اپنی موجودگی اور سامنے لیتا ہے، انسانی حکمرانوں کی طرح غائب نہیں رہتا، اس کی صفات مخلوقات کی طرح محدود نہیں، وہ اپنی صفات میں لامحدود ہے، عرش سے فرش تک دیکھتا اور سنتا ہے۔

اس کی ذات وصفات کو سمجھنا انسان کی عقل کے بس کی بات نہیں، اس کی صفات اس کی اپنی ذاتی ہیں، کسی کی عطا کی ہوئی نہیں ہیں، اور نہ کسی کی پیدا کردہ ہیں، وہ الظاھر و الباطن ہونے کی وجہ سے لامحدود صفات رکھتا ہے، اور پوری کائنات میں ذات وصفات کے ساتھ موجود ہے، محض امتحان کی خاطر نظر نہیں آتا۔

وہ مستویٔ عرش ضرور ہے، لیکن اس کی کیفیت کو انسان نہیں سمجھ سکتا، وہ مستویٔ عرش اپنی شان کے مطابق ہے، مستوی کے قطعی وحقیقی معنیٰ نکالنا بہت مشکل ہے، اگر اس کو بیٹھا ہوا مانیں تو وہ کس رخ پر بیٹھا ہوا ہے؟ اس کا مستویٔ عرش ہونا یہ آیات متشابہات میں سے ہے، اس لئے اس کو اسی طرح ماننا اور ایمان لانا ہوگا، اس میں زیادہ دماغ لڑانے کی

ضرورت نہیں، جس طرح حروف مقطعات کو مانا جاتا ہے اسی طرح ماننا ہوگا، وہ اپنی حکمت و دانائی سے اپنی شان کے مطابق سلطنت کائنات کے انتظامات کے لئے مستویٔ عرش بلندی پر ہے، اس کو کسی کے پاس آنے جانے کی ضرورت ہی نہیں، قرب وجوار تو مخلوقات کے لئے ہے، جس طرح مستوی عرش کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اسی طرح اللہ کے ہر جگہ ہونے کی کیفیت بھی بیان نہیں کی جاسکتی کہ وہ کس طرح ہر جگہ ہے، ویسے علماء نے بیان کیا کہ وہ قدیر، سمیع، بصیر، علیم وخبیر اور شہید کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)

اگر کسی ملک کا انسانی بادشاہ یا وزیر اعظم ہزار میل دور اپنے چیمبر میں بیٹھ کر ویڈیو کانفرنس کر کے اپنے منسٹروں اور آفیسروں کے ساتھ بات چیت کرتا ہے اور سب کو دیکھتا ہے، ان کو حکم دیتا ہے اور ان کی باتوں کو سنتا ہے، تمام منسٹرس اور آفیسرس یہ تصور کرتے ہیں کہ بادشاہ موجود ہے چاہے وہ ان کے قریب یا ساتھ میں نہ ہو، ان کے کمرے اور ہال میں نہ ہو لیکن اس کے ہزار میل دور ہونے، دیکھنے، سننے اور بات کرنے کو اس کی موجودگی ہی سمجھتے ہیں، کوئی بھی اس کانفرنس میں بدتمیزی نہیں کرتا، سب سنجیدہ ہو کر اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

اس کو دوسری مثال سے سمجھئے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)

ہم جس ملک میں رہتے ہیں وہاں سورج ہر روز نکلتا اور غروب ہوتا ہے اور ہر روز سورج ذات کے اعتبار سے نکل کر آدھی دنیا کو اپنی صفات، روشنی اور گرمی پہنچاتا ہے، سورج زمین سے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود جب دنیا کے مختلف ملکوں میں طلوع ہوتا ہے تو آدھی دنیا کے لوگ اس کے طلوع یعنی موجود ہونے کو دیکھتے اور اس کی صفات جانتے ہیں، ہر ملک کا آدمی کہتا ہے کہ سورج طلوع ہو چکا ہے نظر آرہا ہے، موجود ہے کوئی یہ نہیں کہتا کہ سورج بنگلہ دیش میں ذات کے اعتبار سے نکلا ہے اور سری لنکا میں صفات کے اعتبار سے روشنی اور گرمی دے رہا ہے، کوئی اس طرح نہیں کہتا؛ بلکہ ہر ملک والا اس کے ظاہر ہونے کو

موجود پا تا ہے، جبکہ وہ ذات کے اعتبار سے زمین سے ہزاروں میل دور رہتا ہے۔

کسی کے گھر یا کسی محلے یا کسی شہر اور گاؤں میں نہیں ہوتا بلکہ ذات وصفات کے اعتبار سے پوری دنیا کے آدھے شہروں میں نظر آتا ہے، اور جب ہم سفر کرتے ہیں تو گردش کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ چل رہا ہے، چاند کا بھی یہی حال ہے۔

اور جب رات ہوجاتی ہے تو آدھی دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور لوگ اس اندھیرے کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ سورج غائب ہوگیا، یعنی وہ جب ذات کے اعتبار سے غائب ہوجاتا ہے تو اس کی صفات بھی ظاہر نہیں ہوتیں، اس کی صفات ذات کے ساتھ موجود ہوتی ہیں، البتہ جب ابر آجاتا ہے تو وہ آسمان پر ضرور ہوتا ہے لیکن چھپا ہوا ہوتا ہے، ابر کی وجہ سے نظر نہیں آتا، اس کے باوجود اُجالا اور روشنی ضرور دیتا ہے۔

اسی طرح چاند کے طلوع اور غروب ہونے پر غور کیجئے، اللہ تعالیٰ نے چاند کو دنیا کے مہینے معلوم کرنے کا کیلنڈر بھی بنایا، جب مہینہ شروع ہوتا ہے تو چاند ذات کے اعتبار سے کچھ ہی دیر کے لئے باریک کھجور کی گٹھلی کی طرح طلوع ہوکر غائب ہوجاتا ہے نظر نہیں آتا، صرف ذات کے اعتبار سے غائب ہوجاتا، لیکن دنیا میں اس کی صفت روشنی برابر ظاہر ہوتی رہتی ہے، اس کا ذات کے اعتبار سے کچھ دیر نکل کر غائب ہوجانا مہینہ شروع ہونے کے لئے پہلی یا دوسری تاریخ ہونے کی علامت ہوتی ہے، ایسا تو نہیں ہوتا کہ وہ جیسے ہی ذات کے اعتبار سے غائب ہوجائے تو دنیا میں فوراً اندھیرا ہوجاتا ہے، وہ ذات کے اعتبار سے غائب ہونے کے باوجود مہینہ کی ابتدا ہونے کی اطلاع دے کر چھپ جاتا ہے لیکن روشنی برابر ظاہر ہوتی ہے۔

اسی طرح درمیانی مہینہ کی ۱۳۔۱۴۔۱۵۔ تاریخوں کو ذات کے اعتبار سے پورا نظر آتا ہے اور بہت دیر تک آسمان پر ہوتا ہے اور جب مہینہ ختم ہونے پر آتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ ذات کے اعتبار سے پورا نظر نہیں آتا، اور مہینہ کے اخیر ایام میں بھی بہت باریک نظر آتا ہے، چاند کا ذات کے اعتبار سے اس طرح نکلنا اور چھپ جانا اور برابر روشنی دیتے رہنا

یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مہینے کو ظاہر کرنے اور ختم ہونے کی اطلاع دینے کے لئے اس طرح طلوع وغروب ہوتا ہے، جبکہ وہ آسمان میں موجود رہتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ مستوئ عرش ہونے کے باوجود ہر جگہ لامحدود صفات کے ساتھ موجود رہتا ہے، اور وہ عرش سے فرش تک اپنی لامحدود صفات کے ساتھ ہر ایک مخلوق کی ہر شئی کو ہر آن ہر لمحہ وہر گھڑی دیکھتا اور ہر ایک کی یکساں سنتا ہے اور ان کی پکار اور دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور ان کی مدد بھی کرتا ہے، ہدایت دیتا، رحم کرتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ آپ کے ساتھ آپ کے جسم سے جسم لگا کر ہندوستان یا بنگلہ دیش میں موجود رہ کر مخلوقات کو اپنی صفات سے مدد اور دیکھ بھال کرے، جب اللہ کی مخلوق سورج آسمان پر رہ کر آدھی دنیا میں اپنی صفات ظاہر کرسکتا ہے اور انسان سورج کے ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود اس کی ذات کو موجود مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ جس طرح چاند ذات کے اعتبار سے ایک حکمت کے تحت اللہ ہی کے حکم سے مہینہ کے شروع میں ظاہر ہو کر چھپ جاتا ہے، لیکن اپنی صفت یعنی روشنی برابر ظاہر کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کا عرش وکرسی جب ساری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے تو وہ کیسے ذات کے اعتبار سے موجود نہ رہ کر صفات سے دِکھے گا؟! وہ محدود صفات والا نہیں۔ (**وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ**)

مخلوق کی موجودگی اور خالق کی موجودگی میں زمین آسمان کا فرق ہے، وہ صرف انسان اور جنوں کا امتحان لینے کے لئے دنیا میں الباطن ہونے کے ناطے نظر نہیں آتا، مگر وہ ہر جگہ اپنی شان کے مطابق موجود ہے، اس نے دنیا کی زندگی میں بندوں کو اپنی ذات کو بغیر دیکھے ایمان لانے کی شرط رکھی ہے اور اپنی صفات ہی کو ظاہر کرکے اس کے ذریعہ پہچاننے کی تعلیم دی ہے۔

اگر کوئی انسان ڈاکٹر ہو، لوگ اس کو ڈاکٹر صاحب کے صفتی نام سے پکارتے ہوں تو وہ ڈاکٹر بننے کے بعد ذات کے اعتبار سے گھر میں بیٹھ کر دواخانہ میں اپنی صفت سے کسی مریض کا آپریشن نہیں کرتا؛ بلکہ وہ ذات کے اعتبار سے دواخانہ آکر دواخانے میں موجود رہ

کر خود آپریشن کرتا ہے یا اپنے سامنے کسی اور سے کرواتا ہے، الظاہر میں گویا اللہ تعالیٰ کی موجودگی کھلی طور پر ذات وصفات کے ساتھ ہے، اورالباطن میں دنیا کے اعتبار سے اس کی ذات چھپی ہوئی ہے، مخلوق کی آنکھوں میں اس کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے، وہ مخلوقات کی طرح محدودصفات والانہیں۔

قرآن مجید سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے مدین سے واپسی کے سفر کے دوران وادیٔ طُویٰ میں درخت سے آگ' روشنی دکھا کر قریب بلایا، حضرت موسیٰؑ قریب گئے ،مگر اللہ کی ذات چھپی ہوئی تھی، پھر اللہ نے کہا کہ میں ہی اللہ ہوں، پھر پوچھا تمہارے ہاتھ میں کیا؟ انہوں نے عصا کا تعارف کروایا، اللہ نے کہا کہ اُسے زمین پر پھینکو، وہ سانپ بن گیا اور دوڑنے لگا، پتھروں کو گرانے لگا، حضرت موسیٰؑ ڈر کر پیچھے ہٹے، یہ سب حالات زمین پر ہوئے تھے، پھر اللہ نے کوہِ طور پر بلایا جو زمین ہی پر ہے، وہاں حضرت موسیٰؑ نے اللہ کو دیکھنے کی خواہش کی، اللہ نے اپنا دیدار نہ کروا کر تجلی کو کوہِ طور پر ظاہر کیا، کوہِ طور تجلی کی تاب نہ لا سکا اور جل گیا، حضرت موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر گئے، پھر اللہ نے ان کو تیس دنوں کے لئے کوہِ طور پر بلایا، وہاں ان کو تورات عطا کی، بنی اسرائیل نے تورات کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کیا، اوران کے سرداروں کو گواہی کے لئے کوہِ طور پر بھیجا، ان سرداروں نے پہاڑ پر صرف اللہ کی آواز پر یقین نہ کر کے اللہ کو دیکھنے کی ضد کی، اس پر ایک زبردست زلزلے سے وہ مر گئے، پھر اللہ نے ان کو حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر زندہ کیا، یہ سب واقعات زمین پر ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے تھے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہونے کے باوجود زماں اور مکاں میں قید نہیں، اس کا ہر جگہ ذات کے ساتھ موجود رہنے کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے نہ ہم مستوی علی العرش کو سمجھ سکتے ہیں، اور نہ کس طرح وہ ہر جگہ موجود ہے سمجھا سکتے ہیں، اس لئے اس پر زیادہ بحث کرنے کے بجائے کلامِ الٰہی کے ارشادات کو آنکھ بند کر کے مانیں اور یقین کر لیں اور اپنی عقل نہ دوڑائیں، کیونکہ یہ متشابہات میں سے ہے۔

دنیا میں ہر روز ملک الموت فرشتوں کے ساتھ زمین پر انسانوں کے گھروں میں ذات کے ساتھ آتے ہیں اور دنیا میں ایک ہی وقت میں کئی ہزار انسانوں کی روح نکالتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ذات کے اعتبار سے مخفی رکھا، اگر نظر آتے تو گھر والوں کو موت کی اطلاع ہو جاتی، اور انسان فرشتوں پر آسانی سے ایمان لاتا، اسی طرح کراماً کاتبین ذات کے ساتھ موجود رہ کر انسان کے ساتھ دن رات اعمال لکھتے رہتے ہیں، مگر اللہ نے ذات کے اعتبار سے ان کو بھی مخفی رکھا، اگر وہ نظر آتے تو کوئی بھی سی آئی ڈی کو دیکھ کر جرم اور برائی نہیں کرتا تھا، اسی طرح انسانوں کی حفاظت کے لئے فرشتے ساتھ رکھے گئے ہیں، وہ بھی نظر نہیں آتے، غرض فرشتوں کو مخفی رکھنے میں کئی مقاصد ہیں، اب اگر وہ نظر نہ آئیں تو کیا ہم ان کا انکار کر سکتے ہیں؟ یا وہ آسمان میں بیٹھ کر ہمارے حالات لکھ رہے ہیں یا روح نکال رہے ہیں؟ اسی طرح اللہ اگر ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتا تو اس کی کچھ حکمتیں ہیں اور وہ نظر آتا رہتا تو یہ دنیا امتحان گاہ نہ ہوتی، اور شیطان کسی کو بھی گمراہ نہیں کر سکتا تھا۔

دنیا میں انسان اللہ کو صفات ہی کے ذریعہ دیکھ سکتا ہے

دنیا کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ امتحان کی خاطر ذات کے اعتبار سے نہیں صفات کے اعتبار سے نظر آئے گا، چنانچہ ساری مخلوقات میں اس نے اپنی پہچان کے لئے اپنی صفات کو روشن کیا ہے، اور اپنا تعارف صفاتی نام نازل کر کے کروایا، دنیا کی دوسری قومیں اس کو صفات کے اعتبار سے نہیں پہچانتیں اس لئے اللہ کی صحیح پہچان نہ رکھ کر شرک میں مبتلا ہو گئیں، صفات کو سمجھے بغیر اس کی پہچان نہیں ہو سکتی۔

☆ انسانوں کی تخلیق کا مقصد بھی اللہ کی پہچان ہے، مثلاً کائنات میں تخلیق کا نظام چل رہا ہے، ظاہر کے اعتبار سے اللہ تخلیق کرتا ہوا نظر نہیں آتا مگر باطن و غیب میں رہ کر وہی تخلیق کرنے والا ہے، اس لئے اس نے بندوں کو اپنی معرفت کروانے کے لئے اپنے صفتی نام خالق سے تعارف کروایا، جس طرح وہ دنیا میں جتنی چیزیں بنا رہا ہے اور پیدا کر رہا ہے

آخرت میں بھی جنت دوزخ کی تمام چیزوں کی تخلیق وہی اکیلا کرے گا، اس کے علاوہ دنیا اور آخرت میں کوئی دوسرا خالق نہیں ہے، دنیا میں وہ صفات کے ذریعہ ظاہر ہے، آخرت میں وہ ذات وصفات الظاہر والباطن کے ساتھ ظاہر ہوگا۔

☆ دنیا میں مخلوقات کی پرورش ونگہداشت کا نظام چل رہا ہے، وہی اکیلا ساری مخلوقات کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہے، مگر دنیا میں ذات کے اعتبار سے امتحان کی خاطر وہ خود بظاہر پرورش کرنے والا بن کر ظاہر نہیں ہوتا، مگر باطن غیب میں رہ کر وہی پرورش کرنے والا ہے، اس نے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنی معرفت صفتِ رب سے ظاہر کیا، آخرت میں بھی وہی اکیلا تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہوگا، اس کے علاوہ کوئی دوسرا رب نہیں، دنیا کے اعتبار سے وہ باطن ہوتے ہوئے غیب میں رہ کر ضرورتوں کو پورا کررہا ہے، وہ اپنے باطن میں ہوتے ہوئے غیب میں رہ کر صفت رب کے ساتھ الظاہر ہے، مگر آخرت میں الظاہر والباطن ظاہر ہوگا، وہاں انسان مخلوقات کو اپنے اور مالک کے درمیان نہیں پائے گا۔

☆ جس طرح دنیا کی تمام مخلوقات کی شکل وصورت، رنگ ونسل، خوبصورتی، قد اور جسامت وغیرہ الگ الگ ہیں، وہ بظاہر امتحان کی خاطر اپنی ذات کو ظاہر کئے بغیر غیب میں رہتے ہوئے ان کی صورت، شکل، جسامت، رنگ وروپ اور قد وقامت علاحدہ علاحدہ بنا رہا ہے، اور باطن ہوتے ہوئے نظر نہیں آتا، اور اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے اور اپنی پہچان کروانے کے لئے دنیا میں الظاہر کے اعتبار سے اپنی صفت مصور کا تعارف کروایا کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مصور نہیں ہے، آخرت میں بھی وہی اکیلا مصور ہوگا، دنیا اور آخرت میں کوئی دوسرا اس جیسا مصور نہیں، البتہ آخرت میں وہ الظاہر والباطن کے اعتبار سے نظر آئے گا، وہاں مخلوقات کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔

☆ دنیا میں مخلوقات پر رحم، عفو ودرگذر، ہدایت، محبت، علم، موت وغیرہ کا نظام چل رہا ہے، وہ باطن غیب میں ہوتے ہوئے تمام صفات رکھتے ہوئے امتحان کی خاطر ظاہر نہیں ہو

رہا ہے، باطن غیب میں رہتے ہوئے یہ تمام کام اکیلا اپنے حکم سے کرواتا ہے یا کرتا ہے، اس لئے اس نے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے دنیا میں اپنا تعارف الظاہر کے اعتبار سے صفاتی ناموں کے ذریعہ کروایا کہ اس جیسی صفات والا نہ دنیا میں کوئی ہے نہ آخرت میں کوئی ہوگا،صرف فرق یہ ہے کہ دنیا میں ذات کے بجائے صفات کو الظاہر سے ظاہر کیا' آخرت میں ذات وصفات کے ساتھ الظاہر والباطن سے نظر آئے گا۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات نظر نہ آنے کی وجہ سے انسان دھوکہ کھا رہا ہے اور اللہ کے ساتھ شرک کر رہا ہے،مگر آخرت میں وہ اپنی آنکھوں سے ہر کام کو اسباب سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے ہوتا ہوا دیکھے گا تو اپنی غلطی کا احساس کر کے افسوس کرے گا،اور اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک نہیں کرے گا،صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو ماننے کا اقرار کر کے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست کرے گا۔

یہود اور منافقین اللہ کی ان صفات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بغاوت کئے

منافقین، یہود اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین نہیں رکھتے تھے،مشرکین نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا خفیہ منصوبہ بنایا،مشرکین مکہ انہی صفات کو نہ سمجھ کر جنگ بدر کے ذریعہ فوج' ہتھیار اور تعداد پر بھروسہ کر کے اسلام کو مٹانا چاہا، یہود ہمیشہ ظاہری اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے تھے، یہود تو خاص طور پر مکہ کے مشرکین سے مسلمانوں کے خلاف ساز باز کر کے انہیں مدینہ پر حملہ کرنے کی دعوت دیتے، بظاہر مسلمانوں کے سامنے چند افراد ایمان لانے کا اظہار کرتے پھر مختلف قسم کی تنقیدیں کر کے ایمان کا انکار کر دیتے تھے،اور رسول اکرم ﷺ کی مجالس میں بیٹھ کر آنکھوں آنکھوں میں اشارے کرتے اور رسول اللہ ﷺ کو ذومعنیٰ الفاظ سے مخاطب کرتے تھے،جن مقدمات میں تورات کے احکام کے تحت نقصان ہوتا ہوا نظر آتا تو محض نقصان سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اسلامی شریعت سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

سورۃ البقرہ میں گائے کے واقعہ میں بیان کیا گیا کہ ان کا ایک گروپ اپنے رشتہ

دار کو قتل کر کے دوسرے گروپ پر قتل کا الزام لگا دیا، اللہ تعالیٰ نے گائے کو ذبح کروا کر اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کو لگانے کا حکم دیا جس سے مردہ زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کی نشاندہی کر دی، وہ اگر اللہ کو الظاہر والباطن مانتے تو یہ جھوٹا الزام نہ لگاتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ شریعت کے ملنے کے باوجود اللہ کو دیکھنے اور بات کرنے کی ضد نہ کرتے، اللہ کو الظاہر والباطن نہ جاننے کی وجہ سے پیغمبر پر اعتماد نہ کر کے اللہ کو آنکھوں سے دیکھ کر تصدیق کرنے اور کتاب کو کتاب الٰہی ماننے کی شرط رکھی، اللہ کو ظاہر و باطن نہ سمجھنے کی وجہ سے ہفتہ کے دن تاویلات کے ساتھ شکار کرنے لگے، کئی پیغمبروں کو انہوں نے جان بوجھ کر قتل کیا اور اللہ کی کتاب میں تبدیلیاں کر دی۔

منافقین اللہ کو ظاہر و باطن نہ سمجھنے کی وجہ سے کبھی مسلمانوں کی طاقت سے ڈر کر اور کبھی یہود سے مل کر دھوکہ دیتے اور محض دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں کے لئے نماز پڑھتے، حج کرتے، دلوں میں چڑھتے ہوئے زکوٰۃ دیتے، یہاں تک کہ غزوات میں دکھاوے کے لئے شریک بھی ہوتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کو بظاہر مانتے ہوئے مسلمانوں کے سامنے مختلف اعتراضات کرتے اور چاہتے کہ مسلمانوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں، یہ سب بداعمالیاں اللہ کو ظاہر و باطن نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

جنگ موتہ میں شریک نہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے جھوٹے بہانے بنائے۔

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار، غزوۂ بنو مصطلق میں انصار اور مہاجرین کے درمیان دونوں کی طرف سے لڑائی کی نوبت پیدا ہو گئی تھی، تو صحابہؓ نے بیچ بچاؤ کر کے روکا، اس پر عبداللہ بن ابی نے مدینہ والوں سے کہا تم ہی لوگوں نے ان کی مدد کی، اپنے شہر میں ٹھکانہ دیا، اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کیا، اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو یہ سب چلے جائیں گے، اور کہا کہ خدا کی قسم! ہم لوگ مدینہ جانے کے بعد ہم عزت دار لوگ مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے، جب یہ باتیں رسول اللہ ﷺ کو ایک کم عمر صحابی حضرت زید بن ارقمؓ نے سنائیں تو وہ صاف مکر گیا، جھوٹی قسمیں کھانے لگا

کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا، زیدؓ نے جھوٹ بولا ہے، مگر اللہ نے وحی کے ذریعہ جب زید ابن ارقمؓ کی بات کو ظاہر کر دیا تو وہ سب کے سامنے ذلیل ہو گیا، منافقوں کو کبھی یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ اللہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، ہر چیز اس کے سامنے ہے۔

عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ جو پکّے مسلمان ہو چکے تھے جب اپنے باپ کا جھوٹ ظاہر ہو جانے پر مدینہ کے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے' ان کا اندرون باپ کے خلاف حق کی تائید میں ان کو کھڑا کر دیا اور انہوں نے باپ سے کہا کہ میں اس وقت تک تم کو مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کرو کہ تم ذلیل ہو اور محمد ﷺ عزت والے ہیں، اس نے مجبور ہو کر اقرار کیا، پھر حضور ﷺ نے بیٹے کو باپ کا راستہ روکنے سے منع کیا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دیدی، اللہ نے اس کو سب کے سامنے ذلیل کر دیا۔

فرعون اور اس کی قبطی قوم اللہ کی ان صفات کا یقین نہ کر کے بار بار عذابات آنے پر جھوٹی قسمیں کھا کر عذابات کو ہٹانے اور ایمان لانے کا جھوٹا وعدہ کرتے اور پھر عذابات ہٹ جانے کے بعد اپنے وعدہ سے مکر جاتے۔

شیطان اللہ کے الظاھر والباطن سے واقف رہنے کے باوجود انسان کو گمراہ کرتا ہے۔

اگر انسان پر ان صفات کا غلبہ رہا تو وہ گناہوں کی ہمت نہیں کر سکتا، اور اللہ کے حکموں کو توڑنے اور اسلام کو نقصان پہنچانے اور مٹانے کی محنت نہیں کرتا، نیکی اور تقویٰ اختیار کرے گا، ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھے گا، ان صفات کی پہچان سے انسان میں روحانیت ترقی پاتی ہے، حاظر وناظر سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہوتا۔

دنیا میں جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے اور کلمہ پڑھنے کے باوجود جھوٹے مقدمے ڈالتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، ظلم و زیادتی اور ناانصافی کرتے ہیں، عورتوں کی عصمت لوٹتے ہیں اور ناجائز مال کھاتے اور دھوکہ دیتے ہیں، وہ گویا اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کو الظاھر والباطن، سمیع، بصیر اور علیم وخبیر نہیں مانتے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو صرف مستوئ عرش

ہی مانتے ہیں وہ گویا اللہ کی ذات کو جگہ اور مقام کے لحاظ سے مخلوقات کی طرح محدود مانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو عرش سے فرش تک ذات وصفات کے ساتھ الظاہر والباطن، سمیع، بصیر، علیم وخبیر نہیں مانتے۔

دنیا کے امتحان میں دو قسم کے سوالات پوچھے جاتے ہیں!

جب دنیا میں بچوں کا امتحان لیا جاتا ہے تو سوالیہ پرچے میں دو قسم کے سوالات پوچھے جاتے ہیں' ایک صحیح' دوسرا غلط، اسی طرح دنیا کی اس امتحان گاہ میں توحید کے ساتھ شرک کے سوالات رکھے گئے ہیں، پیغمبر کے ساتھ شیطان کو رکھا گیا ہے، ایسی صورت میں اللہ کا دنیا میں باطن ہوتے ہوئے غیب میں رہنا اور پہچان کے لئے صفات سے ظاہر ہونا ضروری تھا، ورنہ توحید' پیغمبر' کتاب اور آخرت کا امتحان ہی نہیں لیا جا سکتا تھا، انسان پر لازم ہے کہ وہ صحیح جواب کا انتخاب کرے، ورنہ اس کے کامیاب اور ناکام ہونے کا فیصلہ ہی نہیں کیا جا سکے گا، انسان توحید کو سمجھنے اور سمجھانے کے بجائے اللہ کے مستویٰ عرش اور نزدیک کی بحثوں میں نہ الجھے، جیسا ہے ویسا مان لے۔

سورۂ یونس، آیت: ۶۱ر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے نبیؐ! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو اور اے لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو ان سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں، کوئی ذرّہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے' نہ چھوٹی نہ بڑی جو تمہارے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔''

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆

☆

صفتِ الٰہی اَلْقَھَّارُ میں غور وفکر

سب پر غلبہ رکھنے والا ، سب کچھ اپنے قابو میں رکھنے والا

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ o (المؤمن:۱۶) (یوم حشر سب پکار اٹھیں گے) آج کس کی بادشاہت ہے؟ (جواب ملے گا) اللہ واحد قہار کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کائنات کی ہر چیز پر غالب ہے

قَھَّار ۔قہر سے ہے، وہ ذات جو پوری کائنات پر غالب یعنی قابو رکھنے والی ہو، جس کے سامنے ہر بڑی سے بڑی چیز بے بس و بے اختیار اور دبی ہوئی ہو، مغلوب ہو، اس کی عظمت وجلال، کبریائی اور بلندیٔ قدرت کی وجہ سے تمام کی تمام مخلوقات اس کے سامنے عاجز ومجبور اور بے بس ہیں، وہ ایسی ذات ہے جس کے رعب، پکڑ اور غلبہ کے سامنے مخلوق کا رعب و دبدبہ، طاقت وحکومت، فوج، ہتھیار، ٹکنالوجی سب کمزور، ناقص اور ناکارہ ہیں، جس کے سامنے فخر وغرور کرنے والوں، ظالم سے ظالم، انسانوں پر اپنا رعب اور اپنا قانون چلانے والے نیست ونابود اور بے حقیقت ہوجاتے ہیں۔

پوری کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے؛ قہر نازل کرنا بھی عدل ہے

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوقات کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں، البتہ وہ عادل و مقسط ہونے کی حیثیت سے چونکہ اس نے کائنات کا نظام عدل پر قائم کیا ہے تو دنیا کی اس امتحان والی زندگی میں جب انسان اس کے حدود توڑتا ہے تو وہ انصاف اور عدل ہی کے لئے، ظلم کو کمزور اور ختم کرنے کے لئے اپنا عذاب؛ قہر کی شکل میں نازل کرتا ہے تاکہ بندے سنبھل جائیں، اور انسانی تاریخ گواہ ہے کہ اکثر ظالم، مشرک ونافرمان بندوں کو مہلت ملنے کے باوجود نہ سدھرنے پر اس کا قہر وغضب آتا رہا اور قیامت تک قہر آسکتا ہے، اور ایسے ناکام بندوں کو وہ مرنے کے بعد بھی جہنم میں اپنی صفت القہار (پکڑ کرنے والا) کے ذریعہ قہر اور شدید العقاب (سخت سزا دینے والا) کو ظاہر کرکے عذابِ عظیم میں مبتلا کرے گا۔

قیامت قائم کر کے اللہ تعالیٰ اپنی صفت قہار (غلبہ) کو ظاہر کرے گا

اللہ تعالیٰ دنیا کی عمر ختم ہونے کے بعد تمام بندوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان کا حساب لینے کے لئے جب قیامت قائم کرے گا تو اس نظر آنے والی کائنات پر اپنی صفت قہار (سب پر غلبہ رکھنے والا) کے ذریعہ قہر نازل کر کے تمام چیزوں کو فنا اور ختم کر دے گا، اس وقت جو انسان زندہ رہیں گے وہ اللہ کی صفت القہار کا نمونہ دیکھیں گے، جس کے رعب و دبدبہ سے بہت ساری حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں روئی کی طرح اُڑیں گے، سمندر آگ بن کر دہکیں گے، سورج' چاند اور ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

جن اور انسان جس نے بھی اللہ کے ساتھ بغاوت و نافرمانی، شرک و کفر اور منافقت کی ہے وہ قبروں سے اندھے اٹھائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو زبردست پکڑ اور غلبہ کے ذریعہ فرشتوں کے حوالے کر کے ذلت کی حالت میں مبتلا رکھے گا۔

اس کی صفت قہار کا یہ عالم ہے کہ جب وہ کسی کو پکڑتا یا عذاب دیتا ہے تو نہ دنیا میں اس کی پکڑ سے کوئی کسی کو بچا سکے گا اور نہ آخرت میں کوئی دم مار سکے گا۔

اللہ تعالیٰ معمولی ولطیف چیز سے اپنے قہر کا اظہار کرتا ہے

اللہ تعالیٰ دنیا میں جس مخلوق سے جو چاہے جیسا چاہے کام لے سکتا ہے، اور اکثر ظالموں، نافرمانوں اور اپنے باغیوں پر اپنی صفت قہار (بے بس کرنے والا) کا مظاہرہ معمولی ولطیف مخلوقات سے کرتا ہے، اس لئے کہ ہر چیز اس کے سامنے معمولی و بے حقیقت ہے، ان کی کوئی حیثیت نہیں، اللہ کو قہر نازل کرنے کے لئے کوئی بڑی طاقتور مخلوق کو لانے کی ضرورت ہی نہیں، وہ چاہے تو لطیف ہوا کو طوفانی بنادے، زمین کے ذریعہ زلزلہ لادے، یا بجلی گرادے یا لطیف پانی کو موسلا دھار برسادے۔

حضرت جبرئیلؑ جن کا اصل جسم آسمان پر سر اور زمین پر پیر اور چھ سو (۶۰۰) پر مشرق و مغرب میں ہونے اور فرشتوں کے سردار ہونے کے باوجود وہ اللہ کی کبریائی اور عظمت و

جلال کی وجہ سے سدرۃ المنتہٰی سے آگے نہیں بڑھ سکتے، ورنہ ان کے پر جل جاتے۔

اللہ کا قہر ایمان والوں اور غیر ایمان والوں دونوں پر آ سکتا ہے

اللہ کا قہر (پکڑ) سزا کے لئے دنیا میں کفار و مشرکین کے لئے بھی آتا ہے، اور فاسق و فاجر مسلمان جو کتاب الٰہی اور پیغمبر کی نافرمانی کرتے ہیں دونوں کے لئے آتا ہے، جب کسی قوم کے مالدار لوگ نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کرنا شروع کرتے ہیں تو گویا وہ اللہ کے قہر (پکڑ) کو دعوت دیتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے، یعنی دیتے وقت کم تولتے اور لیتے وقت زیادہ تولتے تھے، پیغمبر کے منع کرنے کے باوجود اپنی روش کو نہیں بدلا، اللہ کے قہر (پکڑ) میں دھر لئے گئے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے پر اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گاؤں پر حضرت جبرئیلؑ کو عذاب نازل کرنے کا حکم دیا، تو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ وہاں آپ کے دو عبادت گذار بندے رہتے ہیں جو رات دن آپ کی عبادت میں رہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہی کے گھر سے زمین کو الٹا دو، اس لئے کہ میرے نافرمان بندوں کے گناہوں کو دیکھ کر ان کی پیشانی پر ایک بل تک نہیں آیا، انسانوں کے گناہوں پر اپنی حد تک عبادت کر لینا اللہ کے قہر سے نہیں بچا سکا۔

مسکینوں کو حصہ نہ دینے اور انشاء اللہ نہ کہنے پر قہر نازل ہوا

قرآن مجید میں سورۃ القلم آیت: ۱۷ میں ایک باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا، ان بچوں کا باپ دیندار تھا، فصل کاٹنے کے بعد اللہ کا حق بھی ادا کرتا تھا، یعنی غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں کو اس فصل کا کچھ حصہ دیتا تھا، اس کی زندگی تک خاندان خوشحال تھا۔

اس کے انتقال کے بعد اولاد کی نیت خراب ہوگئی اور وہ غریبوں اور محتاجوں کو نہ دینے کا دل میں ارادہ کر لیا اور صبح صبح مسکین لوگوں کے آنے سے پہلے باغ کی فصل کاٹنے کا منصوبہ بنایا، راستے میں ان کے ایک بھائی نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ کر فصل کو کاٹنے کا ارادہ

کرو، مگر دوسرے نے اس کی بات کو سُنی اَن سنی کر دیا' توجہ نہیں دی اور انشاء اللہ نہیں کہا، جب باغ کے پاس پہنچے تو باغ اجڑ چکا تھا، راستہ اور باغ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، وہ سمجھے کہ اندھیرے میں ہم راستہ بھٹک گئے ہیں، ہمارا باغ تو تر وتازہ پھلوں سے لدا ہوا تھا، مگر پھر احساس ہوا کہ باغ پر اللہ کا قہر (نیست و نابود کرنے والا) نازل ہوا اور ہماری اللہ کے حکم کے خلاف نیت کرنے سے اور انشاء اللہ نہ کہنے سے پوری پونجی اور محنت برباد ہوگئی۔

ماں باپ کی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے

حضرت علقمہؓ نامی ایک صحابی جو ماں کے مقابلے بیوی کی زیادہ تائید اور طرف داری کرتے تھے' مرتے وقت ماں کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ کے قہر (پکڑ) ہی کی وجہ سے زبان سے کلمہ ادا نہیں کر پا رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی، آپ ﷺ تشریف لائے اور ساری کیفیت معلوم کی، پھر ماں سے فرمایا کہ تم اسے معاف کر دو، اگر نہیں معاف کرو گی تو پھر علقمہ کو لکڑیاں لا کر جلا ڈالو، اس بات کو سننے کے بعد ماں بے چین ہوگئی اور بیٹے کو معاف کر دیا، معافی کی بناء پر اللہ کا قہر ہٹ گیا اور حضرت علقمہؓ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا۔

نعمتوں کا اعتراف نہ کر کے غرور کرنے پر اللہ کا قہر

سورۂ کہف، آیت: ۳۲ سے اللہ تعالیٰ نے دو باغ والوں کا قصہ بیان کیا ہے، ان میں ایک باغ والا امیر تھا اور دوسرا غریب، دولت مند انسان کے دو باغ تھے، دونوں باغ انگوروں کی بیل سے بھرے ہوئے تھے، ان کے اطراف کھجور کے درختوں کی باڑھ لگی ہوئی تھی، پھر ان کے درمیان پانی کے افراط کے وجہ سے نہر کی نالیاں بھی بنی ہوئی تھیں، اور وہ موسم کے اعتبار سے بھی کھیتی کرتا تھا، ان دونوں باغوں سے وہ خوب فائدہ اٹھاتا تھا، جس کی وجہ سے باغ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہتے تھے، جس کی وجہ سے وہ اللہ کی صفت وہاب (خوب عطا کرنے والا) سے دولت مند وخوشحال تھا، وہ اللہ تعالیٰ کو برائے نام مانتا تھا۔

ایک دن وہ غریب باغ والے کے سامنے غرور وتکبر اور دولت کے نشہ میں اللہ کی

ناشکری کرتے ہوئے کفر بکنے لگا اور کہا کہ میں تم سے مال و دولت میں بہت اچھا ہوں، پھر اپنے باغوں کو دیکھتے ہوئے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوں گے، مجھے توقع نہیں کہ قیامت کبھی آئے گی، اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا بھی تو دنیا سے بہتر جگہ پاؤں گا، اس نے متکبرانہ انداز میں غریب سے پوچھا کہ بتلاؤ تمہارا حال اچھا ہے یا میرا؟ میرے پاس تو مال بھی بہت ہے اور اولاد بھی تم سے زیادہ ہے، تم مجھے آخرت سے کیا ڈراتے ہو، مجھے جو کچھ ملا ہے وہ اللہ کے پاس محبوب ہونے کی وجہ سے ملا ہے، وہاں وہ اس سے بہتر دے گا۔

دوسرے غریب باغ والے نے اس کو اللہ کا شکر گذار بننے کی تلقین کی اور ناشکری کے انجام اور اللہ کے قہر وغضب کا احساس دلایا، اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کا احساس دلایا، پھر کہا: اگر اللہ نے تم کو مال و دولت اور باغات دئے ہیں تو یہ اکڑ، غرور اور اِترانے کی چیز نہیں، اس پر تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اپنی زبان سے ناشکری کے الفاظ بولنے کے بجائے شکر گذاری کے الفاظ ادا کرتے ہوئے تمہیں اپنے باغ میں داخل ہونا چاہئے، تمہیں ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنا چاہئے تھا، کہ یہ سب کچھ اللہ کے چاہنے سے مجھے عطا کیا گیا ہے، اللہ کے علاوہ کسی میں دینے اور چھیننے کی طاقت نہیں، اگر تم مجھے غریب سمجھ رہے ہو تو کوئی عجب نہیں کہ اللہ مجھے تم سے بہتر باغ اور مال و اولاد عطا کرسکتا ہے، دنیا میں نہیں تو آخرت میں دے سکتا ہے، وہ چاہے تو تمہارے باغ پر کوئی آفت وقہر (پکڑ) بھیج دے، اور تمہارے دونوں باغات اجاڑ دے، وہ چاہے تو اپنے قہر سے زمین کا پانی کھینچ لے، تب تو نہر سوکھ کر پانی بھی نہ ملے، عروج وزوال سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، وہی خوشحالی وغربت دیتا ہے، تمہاری یہ خوشحالی ہمیشہ رہنے والی نہیں، وہ تم کو ان چیزوں سے محروم بھی کرسکتا ہے، یہ دنیا کی چمک دمک چندروزہ ہے۔

آخر کار دولت مند کے دونوں باغ تباہ ہوگئے، انگور کی بیلوں اور کھجور کے درختوں کو آگ لگ گئی، وہ جل کر مردہ لاشوں کی طرح زمین پر پڑے ہوئے تھے، اس وقت امیر آدمی حسرت اور پچھتاتے ہوئے غریب ہمسایے کی بات کو یاد کرنے لگا اور کہا کہ کاش میں

اللہ کے ساتھ ناشکری نہ کیا ہوتا، وہ بے بس و مجبور بن کر حسرت سے باغوں کو دیکھتا رہا۔

اس کے اس حال پر اس کا کوئی اور مددگار بھی نہ تھا، غریب باغ والے نے اُسے سمجھایا تھا کہ یہ باتیں کفر کی ہیں، اللہ کو برائے نام مانتے ہوئے اس کی مکمل قدرت کو نہ ماننا اور اپنے مال و دولت کو اپنی قابلیت اور محنت کا ثمرہ سمجھنا اور کوئی چھیننے والا نہیں ہے سمجھنا یہ بھی شرک ہے، گویا اپنے آپ کو اللہ کے مقابل کھڑا کرنا ہے۔

شر پیدا کرنے اور غلط ارادے سے مسجد بنانے پر اللہ کا قہر

☆ منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے خلاف سازش کے لئے مسجد بنائی، حضور اکرم ﷺ کو افتتاح کے لئے دعوت دی، جنگ تبوک کا موقع تھا تو آپ نہ جا سکے، واپسی کے بعد انہوں نے پھر آپ ﷺ سے مسجد میں آنے کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صاف منع کر دیا کہ وہ مسجد نہیں ہے بلکہ شر پیدا کرنے کی جگہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی صفت قہار (پکڑنے والا) کی نقل میں اس مسجد کو گرا دینے کا حکم دیا اور وہ عمارت گرا دی گئی۔

اسلام سے شدید دشمنی رکھنے والے دنیا میں بھی قہر میں گرفتار ہوتے ہیں

☆ ابولہب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا' اسلام کی دشمنی اور آپ ﷺ کی مخالفت میں حد سے تجاوز کر گیا اور ہمیشہ آپ ﷺ کے پیچھے پڑا رہتا اور ساتھ ساتھ پھرتا اور لوگوں کے سامنے آپ کو جھوٹا کہتا اور نہ ماننے کی ترغیب دیتا۔

ابولہب نے صفا پہاڑی پر جب آپ ﷺ نے پہلی دعوتی تقریر کی تو سب سے پہلے اسی نے مخالفت کی، آپ ﷺ پر تھوکا اور پتھر پھینکا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں دونوں صاحبزادیوں کو اپنے بیٹوں سے طلاق دلوادی، جو ابھی وداع بھی نہیں ہوئی تھیں، اس کے بیٹے نے بھی آپ ﷺ پر تھوکا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے بددعا کی کہ اے اللہ! تو اپنے کتوں میں سے اس پر ایک کتا مسلط کر دے، چنانچہ ایک سفر میں اللہ نے اس کے بیٹے پر اپنا قہر (پکڑ) نازل کیا اور قافلہ کے درمیان سوئے ہوئے ہونے کی

حالت میں ایک شیر رات کے وقت آیا اور اس پر جھپٹ کر اسے چیر پھاڑ کر چلا گیا۔

ابولہب اور اس کی بیوی پر قہر نازل ہوا اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھ کر جب لا رہی تھی تو اسی کی زائد رسی پھانسی کا ذریعہ بن کر مرگئی، ابولہب پر جنگ بدر کے فوراً بعد اللہ کا قہر اس شکل میں آیا کہ جسم پر چھوٹی چھوٹی بدبودار پھوڑے پھنسیاں ہوگئیں، جس کی وجہ سے وہ مرگیا، اس کو اپنے بیٹوں پر بڑا ناز تھا، مرنے کے بعد لاش سے بدبو اور بیماری لگنے کے ڈر سے بیٹے بھی ہاتھ نہیں لگائے، اللہ نے ذلت کے ساتھ اس کو سب کی عبرت کے لئے تین دن تک رکھا، جب زیادہ بدبو پیدا ہوئی تو غلاموں کے ذریعہ گڑھا کھود کر لکڑیوں سے ڈھکیل کر گڑھے میں گرا دیا گیا، اور قہر خداوندی کی وجہ سے اس کے مرنے سے پہلے ہی اللہ نے سورۂ لہب نازل کی تھی، پھر بھی اس نے توبہ نہیں کی، بیٹے کے تعلق سے بددعا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو سچا سمجھتا تھا، بڑی حفاظت کرتا تھا، مگر اللہ کے قہر کے سامنے بے بس اور مجبور تھا۔

نافرمان اور منکر لوگ اللہ کے نور کو ہرگز بجھا نہیں سکتے

احد کی جنگ کے بعد مشرکین مکہ نے عرب کے تمام قبیلوں کے لوگوں کی مدد سے اسلام کا صفایا کرنے کے لئے دس ہزار کا لشکر مدینہ پر حملہ کے لئے جمع کیا، جس کی خبر پا کر مسلمانوں نے مدینہ کے اطراف خندق کھودی، یہ دس ہزار کی فوج خندق کو دیکھ کر بے بس و مجبور ہوگئی، کئی دنوں تک خندق کے اس پار پڑاؤ ڈالے رہی، لیکن پار کرنے میں ناکام رہے، اللہ کا قہر (غلبہ) نازل ہوا تو آندھی ریت کے طوفان نے ان کے ڈیروں، پکوان کے برتنوں اور تمام ساز وسامان بکھیر دیا اور سب برباد ہوگیا، پکوان میں، آنکھوں اور کانوں میں ریت گھس گئی، اونٹ اور گھوڑے گھبرا کر بدک گئے اور بے لگام دوڑنے لگے، ان حالات نے فوج کو واپسی پر مجبور کر دیا اور وہ بے بس و مجبور ہو کر ناکام لوٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ تعداد ہتھیاروں اور اپنی طاقت کے بل پر کوئی بھی اللہ کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا، اللہ کی ذات حفاظت کرنے والی اور نگہبان ہے، نافرمان لوگ اکھٹا ہو کر بھی اسلام کو مٹانا چاہیں تو نہیں مٹا سکتے۔

ابرہہ اپنی زبردست طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے قہر سے نہیں بچ سکا

☆ یمن کا گورنر ابرہہ محض کعبۃ اللہ کی مرکزیت اور عظمت کو ختم کرنے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہوا، مشرکین بھی اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ کو پکارنے لگے، اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کی حفاظت کے لئے اپنا قہر (پکڑ) چھوٹے چھوٹے پرندوں کے پنجوں اور چونچ میں مٹی کی پکی کنکریوں سے ابرہہ اور اس کی فوج کو ہلاک و برباد کیا، وہ قہر (پکڑ) اتنا خطرناک تھا کہ ۶۰/ ہزار کی فوج کے سروں پر کنکریاں گر کر اندر کے حصوں کو زخمی کر کے نیچے پاخانہ کے مقام سے باہر نکل رہی تھیں جس سے وہ لوگ ہلاک ہو رہے تھے یا اپاہج اور معذور ہو رہے تھے، ابرہہ بے بس اور تباہ ہو کر زخمی حالت میں واپس یمن جا کر مر گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ قہار (پکڑنے والا) کو ظاہر کر کے فوج کو تباہ کیا اور صفت حفیظ (حفاظت کرنے والا) سے کعبۃ اللہ کو محفوظ رکھا اور صفت السلام کے ذریعہ اس مقام کو سلامتی عطا فرمائی۔

گناہ کبیرہ کو ترک نہ کرنے سے اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے مرد ایک مرد دوسرے مرد سے اپنی نفسانی خواہش پورا کرتے تھے، ان کو عورتوں کے مقابلے مردوں اور بچوں میں لذت محسوس ہوتی تھی، حضرت لوطؑ کی بیوی بھی قوم کے لوگوں سے ملی ہوئی تھی اور پیغمبر کے تمام راز ان لوگوں کو بتلاتی تھی، گویا وہ اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے خوبصورت انسانوں کی شکل میں اپنا قہر (پکڑ) نازل کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت لوطؑ اور ایمان والوں کو تو بچا لیا، باقی پوری قوم ان کی بیوی کے ساتھ قہرِ الٰہی سے پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دی گئی۔

حق کا انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے باوجود ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو سمجھایا لیکن وہ حضرت نوحؑ کی دعوت قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی، آخر کار حضرت نوحؑ کی بددعا پر اللہ تعالیٰ نے اپنا قہر (پکڑ) اپنی لطیف مخلوق پانی کے ذریعہ ظاہر کیا، اور پوری قوم جس میں حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی شامل تھا زمین و آسمان سے پانی کے برسنے اور طوفان میں صفت

الممیت (موت دینے والا) سے ہلاک کردئے گئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کا ایسا ہی صفایا کرتا ہے، بیشک وہ زبردست قہار (سب دبا کر اپنے قابو میں رکھنے والا) ہے،اس کے سامنے کوئی دَم نہیں مار سکتا۔

☆ فرعون اور اس کی قبطی قوم بار بار اللہ کے عذاب قہر کی شکل میں دیکھنے کے باوجود نافرمانی اور ظلم پر ڈٹی رہی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہیں کی، ہمیشہ جھوٹا وعدہ کر کے حضرت موسیٰؑ سے دعا کروا کر عذاب کو ہٹاتے رہے، آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو تو بچالیا، لیکن اپنے قہر وغضب کو اپنی لطیف مخلوق پانی کے ذریعہ فرعون اور اس کی پوری قوم کو بغیر جنگ کے سمندر میں ڈوبا کر ہلاک کردیا۔

اللہ تعالیٰ کفار ومشرکین کو اپنے صفت حلیم کے ذریعہ بے انتہا برداشت اور نرمی کر کے مہلت دیتا ہے، پھر بھی نافرمانی پر ایسے ہی قہر نازل کر کے ختم کردیتا ہے، یہ قہر تو دنیا کا ہے' آخرت میں شدید العقاب (سخت سزا دینے والا) بھی ہوگا، ویسے کافر ومشرک قیامت قائم ہونے تک عالم برزخ میں اللہ کے قہر (پکڑ) کے عذاب میں مبتلا رہیں گے، دنیا میں بے سکونی، ذلت، ناپاکی، گناہ کبیرہ وصغیرہ میں مبتلا رہیں گے۔

طاقت وہنر پر حد سے زیادہ اعتماد اور اللہ کو نہ ماننا قہر کو دعوت دیتا ہے

☆ عاد وثمود کے لوگ اپنی سائنس وٹکنالوجی اور طاقت پر بہت گھمنڈ رکھتے تھے اور اپنی طاقت وہنر کی وجہ سے پہاڑوں کو کاٹ کر غاروں میں محفوظ قلعہ نما مکانات بنالئے تھے، اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے پر اللہ کا قہر اور غضب ایسا نازل ہوا کہ اللہ نے اپنی لطیف مخلوق ہوا سے سات دنوں تک پٹک پٹک کر ہلاک کردیا۔

☆ یہود جو حد سے زیادہ پیغمبروں کی نافرمانی کرتے رہے، پیغمبروں کا قتل کیا، کتاب میں تبدیلیاں کردیں، دین میں نئے نئے طریقے اور بدعات وخرافات جاری کئے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت ودشمنی میں ان کا اور انجیل کا انکار کیا اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کی، اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر

ایمان نہیں لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی اسماعیل میں آنے پر حسد، بغض و عداوت پیدا کی اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو مٹانا چاہا، اس پر اللہ کا قہران پر نازل ہوا، ان کو دنیا میں قیامت تک ذلت والی اور غلامی کی زندگی میں مبتلا کر دیا اور لعنت فرمائی، وہ حق کے سمجھنے سے محروم کر دئے گئے، وہ نیکیوں کو پسند کرنے کے بجائے گناہوں کو اچھا سمجھ کر دنیا میں فساد اور بگاڑ پیدا کرتے ہیں، ان کی اپنی کوئی طاقت کے بل پر حکومت نہیں ہے۔

ماں باپ اپنی اولاد کو بددعا نہ دیں

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ ماں باپ خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بددعا نہ دیں، اگر وہ بددعا دیں گے تو ماں باپ یا انسان خود اپنی زندگی میں مشکلات ومصائب میں مبتلا ہو جائیں گے اور اولاد پر قہر نازل ہونے کی وجہ سے ان کی پریشانی ومصیبت کو نہیں دیکھ سکیں گے، اللہ تعالیٰ مظلوم چاہے وہ کافر ومشرک ہی کیوں نہ ہو اس کی بددعا پر قہر نازل کرتا ہے۔

کافر ومشرک دنیا وآخرت دونوں جگہ قہرِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے

اللہ تعالیٰ دنیا کی اس زندگی میں اپنے تمام بندوں کی ربوبیت کرنے ان کی ضرورتوں کے لحاظ سے آرام دہ سامان، عمدہ غذائیں، عالیشان مکانات اور عمدہ لباس، سونا چاندی، دولت اور پیسہ سب کچھ دیتا ہے، مگر انسان ناشکرا بن کر اللہ ہی کے ساتھ بغاوت ونافرمانی کرتا ہے، اس کے ایمان والے بندوں پر ظلم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحم اور صفت عفو (درگذر کرنا) سے کام لیتے ہوئے صفت حلم سے بہت زیادہ برداشت ونرمی کا معاملہ کرتا ہے، مگر آخر میں نہ سدھرنے پر اپنی صفت قہار (پکڑنے والا) کو دنیا میں بھی ظاہر کرتا ہے، مرنے کے بعد اس کا قہر اور غضب بہت الگ ہوگا، جس کا اندازہ انسان دنیا میں نہیں لگا سکتا، وہاں اپنی قدرتِ شدید العقاب (سخت سزا دینے والا) اور صفت المنتقم (انتقال لینے والا) کا اظہار کرے گا۔

☆ یہودی قبیلہ بنوقریظہ نے جنگ احزاب (جنگ خندق) میں مسلمانوں سے اتحاد کا معاہدہ کرنے کے باوجود اندرونی اعتبار سے مشرکینِ مکہ کا ساتھ دینا چاہا اور مسلمانوں کے خلاف کام کیا، ان کے اس طرزِ عمل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کے قلعہ کا

۱۵ دن تک محاصرہ کیا اور پھر حضرت سعد بن معاذؓ نے اللہ کی صفت القہار (پکڑنے والا) کی نقل میں فیصلہ سنایا کہ مردوں کو قتل کیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا جائے۔

سونامی، آندھی، طوفان اور زلزلہ کا آنا قہرِ خداوندی ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آسمان پر ابر چھا جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو جاتے، کبھی اندر جاتے، کبھی باہر آتے، کبھی آگے بڑھتے، کبھی پیچھے ہٹتے، یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ بھانپ جاتیں کہ آپ کچھ پریشان ہیں، دریافت کرتیں کہ آپ کیوں پریشان ہیں، فرماتے: اے عائشہ! جو بادل چھائے ہوئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ قوم عاد وثمود والے ہوں کہ وہ بادلوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ یہ ہم پر برسیں گے، مگر ان میں عذاب الٰہی چھپا تھا، پھر آپؓ فرماتی ہیں کہ جب بارش ہونے لگتی تو آپ پُرسکون ہو جاتے۔

دنیا میں سمندروں کی لہریں جب سمندر میں ہر روز چلتی رہتی ہیں اور مدّ و جزر سے پانی اوپر آتا ہے تو لہریں عام طور پر سمندر سے اٹھ کر ساحل پر آکر دھیمی اور کمزور پڑ جاتی ہیں، مدّ و جزر کا پانی کچھ بڑھتا ہے، چند گھنٹوں بعد گھٹ جاتا ہے، مگر جب اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے تو انسان اندازہ نہیں لگا سکتا کہ وہ پانی جو سمندر کی گہرائی سے لہروں کی شکل میں شروع ہوتا ہے اور قہر خداوندی سے جس ساحل پر جاتا ہے لہریں اتنی اونچی ہو جاتی ہیں کہ دو دو منزلہ عمارتیں پوری طرح ڈوب جاتی ہیں لہریں ساحل پر آکر اپنی رفتار تیز کر کے ۲۰ تا ۲۵ رفٹ بلند ہو کر ساحل سے باہر آکر زمین میں میلوں اندر چلی جاتی ہیں اور کس ساحل سے زمین میں داخل ہونے والی ہے اور کس شہر اور گاؤں کو تباہ کرنے والی ہے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

انسانوں کی پٹائی کے لئے اللہ تعالیٰ کا قہر (پکڑ) عام طور پر رات کے وقت زلزلوں کی شکل میں آتا ہے، انسان سوتے سوتے زمین میں مکانات کے ساتھ دفن ہو جاتے ہیں، پھر زلزلوں کے فوراً بعد عام طور پر بارش بھی ہوتی ہے، لاشیں سڑ کر طاعون پھیل جاتا ہے، طوفان اور

زلزلوں میں انسانوں کو پینے کے لئے صاف پانی بھی نہیں ملتا، نہ غذائیں ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی طاقت وقوت رکھنے والی ذات ہے، جب انسان اور جن اپنے مالک کے باغی اور سرکش ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں ان کو مصیبت اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، ان کی ساری عزت ساری قوت، شان وشوکت، سکون وآرام کو برباد کر کے، طوفان، طغیانی، زلزلوں، قحط، بیماریوں، اختلافات اور جنگوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اپنا قہر نازل کر کے قلبی سکون سے محروم کر دیتا ہے، وہ اپنی تمام مخلوقات پر ہر طرح سے مکمل غلبہ اور قوت رکھتا ہے۔

جو لوگ دنیا میں تھوڑی اور وقتی طاقت ملنے، حکومت ملنے یا دنیا کی خوشحالی ملنے پر ظلم وزیادتی کرتے یا آزادی ملنے کی وجہ سے شرک اور کفر کی دھوم مچاتے ہیں اور اپنی سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی اور خطرناک ہتھیار بنا کر حق کو مٹانا چاہتے اور ایمان والے بندوں پر ظلم و زیادتی کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنی معمولی مخلوق کے ذریعہ پٹائی بھی کرواتا ہے، اس نے نمرود کو مچھر سے سزاء دی، قارون کو صرف زمین میں دھنسا دیا، ابرہہ کو ابابیل سے ہلاک کیا، عاد وثمود کو ہوا میں اڑا کر پٹک دیا، لوط علیہ السلام کی قوم کو پتھروں کی بارش سے ہلاک کیا، مشرکین مکہ کو مختصر لوگوں سے پٹائی کرا دی، فرعون کو سمندر میں ڈبو دیا، ٹڈوں اور خون اور مینڈک کا عذاب دیا، جب وہ کسی کو ذلیل کرتا، بے عزت کرتا، سزا دیتا تو کوئی دوسری طاقت اس کو روک نہیں سکتی اور نہ کوئی اس کی سزا سے بچا سکتا ہے، حشر کے میدان میں کافر اور مشرک اور اللہ کے نافرمان لوگوں کو سمجھ میں آجائے گا کہ حقیقی حکومت، حقیقی کنٹرول اور حقیقی طاقت صرف اللہ **واحد القھار** کی ہی ہے جو اپنے نیک بندوں کے لئے حقیقی **الودُودُ** اور **اَلْبَرُّ** ہے۔

انسانوں اور جنوں میں جو بھی اللہ سے بغاوت کرتا ہے اس کو سنبھلنے کا موقع دے کر، بار بار معافی دے کر حجت تمام کر کے پھر پکڑتا ہے، دنیا کے بڑے سے بڑا بادشاہ، حکومت سب اس کے سامنے مجبور ومحتاج ہو جاتے ہیں، انسانوں کے ہتھیار انسانوں کے بم، انسانوں کی فوج، ان کی سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کچھ بھی اثر نہیں دکھا سکتی۔

وہ دنیا کی زندگی میں نعمتیں اور آرام دے کر انسانوں اور جنوں کو سنبھلنے اور سدھرنے کا موقع دیتا ہے، بار بار توبہ کے ذریعہ معافی دے کر اپنی طرف متوجہ ہونے کا موقع دیتا ہے، مگر جب وہ اپنی صفت قہار کو ظاہر کرتا ہے تو ہر قسم کی ذلت میں مبتلا کر دیتا اور ساری نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔

کافر اور مشرک انسان جب دنیا میں تھوڑی طاقت، قوت، غلبہ پاتے ہیں تو اللہ کو بھول کر اللہ کے بندوں پر اپنی خدائی چلاتے ہیں، ان کو اسلام پر چلنے اور اللہ کی اطاعت کرنے نہیں دیتے، ہر زمانے میں ایمان والوں پر ظلم کیا گیا، ان کا قتل عام کیا گیا، ان کو گھروں سے نکالا گیا، ان کے مال لوٹے گئے، حالانکہ کافر اور مشرک لوگ دنیا میں زلزلے، طوفانی، طغیانی، بیماریاں، قحط، سب کچھ دیکھتے ہی رہتے ہیں، مگر پھر بھی اللہ سے بے خوف اور غافل بن کر فساد، ظلم وزیادتی اور ناانصافی کرتے ہی رہتے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ موت کے بعد ان کی حکومت ان کے ہتھیار، ان کی دولت ان کی پارٹی کے لوگ ان کی فوج اور ان کی پولس کوئی بھی کام نہیں آئے گی وہ اکیلے تن تنہا اللہ کے فرشتوں کے ہاتھوں ذلت، پٹائی اور آگ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے، انسان کو اللہ کے قہار اور جبار ہونے پر بھی نظر رکھنی چاہیے، اگر اللہ دنیا کی زندگی میں جسم کے کسی حصے پر پیپ کی پھنسی پیدا کر دے یا پیشاب پاخانہ روک دے یا دل کی حرکت اور خون کے دوران کو تیز کر دے یا تیز بخار میں ڈال دے یا دماغ کا تھوڑا سا توازن بگاڑ دے تو انسان اپنی طاقت وقوت سب کچھ بھول جاتا ہے، انسان اگر دیوانے اور پاگل انسانوں کو دیکھ کر، گونگے انسانوں، لنگڑے انسانوں، اندھے انسانوں، جذامی انسانوں، کینسر کے مریضوں کو دیکھ کر عبرت ونصیحت حاصل کرتا رہے تو اس میں اللہ کی قوت اور مار اور پٹائی کا احساس زندہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے تمام بیمار انسانوں کو باغی اور سرکش انسانوں کی عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کو بھی رکھتا ہے، اس لئے انسان اللہ کے غیظ وغضب اور قہر کو کبھی بھولنے نہ پائے، اللہ کا کوڑا جب برستا ہے تو انسان تنکوں کی طرح ہوا یا پانی میں بہہ جاتا اور کاغذوں کی طرح بکھر جاتا ہے۔ مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں، دنیا کی حکومتوں میں حکومت بعض انسانوں کو خاص مقام

دیتی ہے، اور پھر وہ اپنے تمام خاص خاص نمائندوں کو کار، ڈرائیور، چپراسی، اسٹونو، سکیوریٹی عملہ، باڈی گارڈ، سرکاری بنگلہ، بہترین فرنیچر، سفر کرنے کے لئے ہوائی جہاز کی سہولت، ان کے علاج کی سہولت، بچوں کی پڑھائی کا انتظام، سفر میں گیسٹ ہاؤز، بڑی بڑی فائی اسٹار ہوٹل میں ٹھہرنے کی سہولت، عمدہ غذائیں مشروبات استعمال کرنے کا خرچ غرض تمام سہولتیں دیتی ہے، پھر کئی ماتحتین ان کے حکم پر آگے پیچھے دوڑتے اور حکم فوراً بجالاتے ہیں، پھر ہفتے میں دو دن آرام کرنے کا موقع بھی دیا جاتا ہے، آرام کرنے کے لئے رخصت بھی دیتی ہے تاکہ ان تمام سہولتوں کے ساتھ وہ پورے آرام اور سکون اور عزت کے ساتھ اور حفاظت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی انجام دے سکے، ان تمام سہولتوں اور آرام اور عزت ملنے کے بعد اگر وہ اپنی ڈیوٹی حکومت کے احکام پر نہ کرے اور حکومت کے احکام بجا نہ لائے، حکومت کے احکام توڑنے والوں کا ساتھ دے، بدعنوانیوں کے ساتھ نوکری کرے، تنخواہ اور فائدہ تو حکومت سے اٹھائے مگر حکومت کی مخالفت کرنے والے غداروں کا ساتھ دے تو اس کو گرفتار کرکے حکومت اس پر مقدمہ چلاتی اور بے عزتی کے ساتھ سزا دینے کے لئے جیل کی ہوا کھلاتی ہے، اس کا شمار مجرموں میں ہوجاتا ہے، جتنی عزت دی گئی تھی، جتنا آرام دیا گیا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ بے عزتی اور تکلیف میں ڈال دیا جاتا ہے۔

☆ بالکل اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ نے انسانوں کو تمام مخلوقات کا سردار بنایا اور پھر کائنات کی بہت ساری مخلوقات کو اس کی خدمت میں لگا دیا، سورج، چاند، ستارے، زمین، نباتات، حیوانات، جمادات، معدنیات، پہاڑ، سمندر وغیرہ سب کے سب کو اس کے نوکر اور ماتحت بنایا، جو دن رات اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تمام مخلوقات کے مقابلے انسان کو عمدہ اور اعلیٰ زندگی عطا فرمائی اور ہر طرح سے پاکیزہ، عزت دار، آرام دہ زندگی گذارنے کی سہولتیں عطا فرمائی، عمدہ زندگی گذارنے کے طریقے سکھائے، عمدہ سے عمدہ لذیذ غذاؤں کا انتظام کیا، لذت اور مزوں کی خاطر طرح طرح کے پھلوں کا انتظام کیا، شاندار اور پختہ گھروں اور بنگلوں میں رہنے، عمدہ فرنیچر اور آرام دہ سہولت کی چیزیں استعمال کرنے کے سامان عطا فرمائے، سب سے اعلیٰ علم کا انتظام کیا، بہترین استاد و معلم کو بھیجا تاکہ اعلیٰ سے

اعلیٰ نعمتیں استعمال کر کے وہ اپنے مالک کا شکر گذار اور فرمانبردار بندہ بن جائے۔

اگر انسان اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے اللہ کے آسمان کے نیچے سوتے ہوئے اللہ کی غذائیں پھل پھلاری، غلہ، اناج، ترکاریاں کھاتے ہوئے اللہ کی ہوا استعمال کرتے ہوئے اللہ کا پانی پیتے ہوئے اللہ کے جانوروں کو استعمال کرتے ہوئے غرض یہ سب سہولتیں اور آرام دہ زندگی اور دوسری مخلوقات کے مقابلے عزت دار زندگی ملنے کے باوجود اللہ کو نہ مانے یا اللہ کا کھا کر دوسروں کا شکر گذار بنے یا اللہ کے احکام کی نافرمانی کرے اور نمک حرامی کرے، اللہ کے ساتھ بغاوت کرے، اللہ کے دین کو مٹانے اور مخالفت کرنے کی کوشش کرے یا اللہ کے ایمان والے بندوں کو تکلیف دے تو اسے غدار اور مجرم کا مقام دے کر جہنم میں جلایا جائے گا، وہاں اس کو اللہ کی کوئی ہمدردی، کوئی محبت، کوئی عنایت اور مہربانی وانعام نہیں ملے گا، جہنم اس کے لئے سزا اور تکلیفوں کا مقام ہوگا۔ آخرت میں حقیقی محبت، حقیقی عزت، حقیقی رضا اور حقیقی آرام اور مرتبہ ومقام تو صرف ایمان والوں ہی کو اللہ دے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا، دنیا کی زندگی میں تمام انسانوں کو جو بھی نعمتیں مل رہی ہیں، جو بھی سہولتیں مل رہی ہیں، جو بھی آرام مل رہا ہے وہ وقتی، مختصر اور عارضی ہے، امتحان وآزمائش کے لئے ہے، شکر گذار فرمانبردار بننے کے لئے ہے، مگر انسان جب دنیا کو امتحان گاہ نہیں سمجھتا تو شیطان کے بہکاوے میں وحی الٰہی کے خلاف زندگی گذارتا ہے اور نعمتیں و آرام کی ناشکری کر کے مستی وگمراہی میں آکر شرک' کفر' شراب' زنا اور سود ورشوت وغیرہ کو عام کرتا ہے، اللہ کی دی ہوئی دولت وطاقت سے' اللہ کے دین کی مخالفت کر کے دین کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہے اور دنیا میں فساد پھیلا کر ایمان پر چلنے والے بندوں کی زندگی تنگ کر دیتا ہے، ان کو دین پر چلنے نہیں دیتا۔

وہ جب نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو ڈوبنے سے پہلے ڈوبتے ہوئے انسان کو خوب پانی پلا کر ڈبوتا ہے، اسی طرح نافرمان اگر اپنی نافرمانی سے باز نہ آئے تو خوب نعمتیں کھلا کر سزا کے قابل بنا دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆